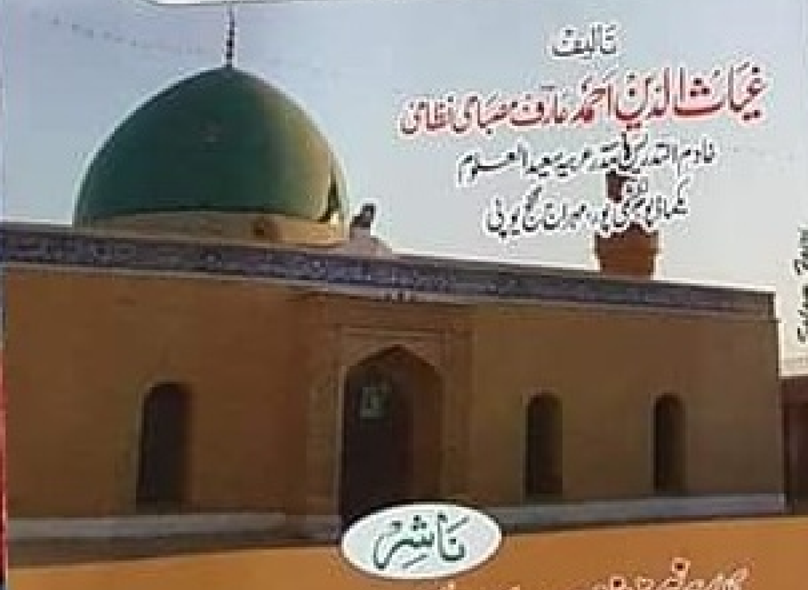
سلطان العارفین شیخ المشائخ قطب اعظم

سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ

بحیثیت صوفی

حسب فرمائش: حضرت علامہ سید حسام الدین رفاعی مدظلہ العالی
خانقاہ رفاعیہ بڑودہ گجرات

تالیف
غیاث الدین احمد عارف مصباحی نظامی
خادم التدریس مدرسہ عربیہ سعید العلوم
یکماڈیہہ لکشمی پور مہراج گنج یوپی



ناشر
البرکات فیضان اشرف اسلامک اکیڈمی

سلطان العارفین، شیخ المشائخ، قطبِ اعظم

سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بحیثیت صوفی

تالیف:

غیاث الدّین احمد مصباحی نظامی

خادم التّدریس: مدرسہ عربیہ سعید العلوم

یکماڈپو - لکشمی پور - مہراج گنج - یوپی

ناشر : البرکات نیشنل اسلامک اکیڈمی، بھیرہوا، نیپال

فہرست کتاب

شرفِ انتساب

یہ حقیر کاوش، قدوۃ السالکین، سلطان العارفین، امام اجلّ، قطبِ اوحد
سیدی وسندی حضرت سید **احمد کبیرِ رفاعی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے نام

تعارفِ کتاب

نام کتاب	:	سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحیثیت صُوفی
تالیف	:	(مولانا) غیاث الدین احمد مصباحیؔ، نظامیؔ
حسب فرمائش	:	حضرت شیخ سید حسام الدین رفاعیؔ مدظلہ العالی
نظر ثانی	:	مفتی محمد صادق مصباحیؔ، علیگ
سن اشاعت	:	اپریل ۲۰۱۷ء
صفحات	:	۱۳۶
قیمت	:	
ناشر	:	البرکات نیشنل اسلامک اکیڈمی، بھیرہوا، نیپال

دعائیہ کلمات

پیر طریقت، حضرت مولانا **سید حسام الدین** رفاعی مدظلہ العالی

خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ، گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاہ من سلطان عالم سید احمد کبیر
پر توے مہرت بذرہ می کند بدر منیر

لطف فرما بر پریشانی حالم اے شہا
خاطر من جمع کن یا غوث اعظم دستگیر

زیر نظر کتاب "حضرت **سید احمد کبیر رفاعی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحیثیت صوفی" جدی الکریم سلطان الاولیا والعارفین من الیوم الی یوم الدین حضرت **سید احمد کبیر رفاعی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صوفیانہ حیثیت کے حوالے سے ایک عمدہ تالیف ہے، اس کتاب میں حضرت سیدنا **غوث الرفاعی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات طیبہ کے ان گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو تصوف کی ترجمانی کرتے ہیں۔

یوں تو حضرت **سید احمد کبیر رفاعی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پوری زندگی تصوف کا بہترین مظہر تھی، آپ کی ہر ہر ادا، آپ کا ہر ہر قول و عمل احسان و تصوف میں ڈوبا رہتا تھا اور آپ ہمیشہ تصوف کے تمام تقاضوں پر

کاربند رہتے تھے، ترک دنیا، محبت خدا و رسول، فقر و غنا، سخاوت وایثار خدمت خلق، حسنِ سلوک یہ تمام اوصاف آپ کی ذات پاک میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے عظیم ترین صوفی اور احسان وسلوک کے داعیِ کبیر تھے۔

آپ کی حیات طیبہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور صبح قیامت تک لکھی جاتی رہیں گی، لیکن یہ کتاب آپ کے ایک خاص وصف ''تصوف'' کی ترجمانی کرتی ہے اس لیے قابل مطالعہ اور لائق دید ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کی زندگی میں انقلاب لاسکتا ہے۔

اس کتاب کے مولف حضرت مولانا **غیاث الدین احمد مصباحی** جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ایک بہترین فاضل اور قلم کار ہیں، جنھوں نے بہت ہی عرق ریزی اور محبت وخلوص کے ساتھ اس رسالے کو ترتیب دیا ہے۔ میں حضرت کا مشکور ہوں اور مستقبل میں بھی آپ سے اسی طرح دینی خدمات کی امید رکھتا ہوں۔ اللہ رب العزت مولانا موصوف کو اس کا دارین میں بہتر سے بہتر اجر اور بدلہ عطا فرمائے اور اسے اپنی مقدس بارگاہ میں مقبول فرمائے۔

دعا گو:

۲۸/ ۰۲/ ۲۰۱۷ گدائے رفاعی **سید حسام الدین رفاعی**

رابطہ نمبر: 09978344822 خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ، گجرات

تقدیم

سماحۃ الشیخ، حضرت علامہ مفتی ساجد علی مصباحی صاحب قبلہ

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم علی رسوله الکریم

خود نیک نہیں تسلیم مگر نیکوں سے محبت رکھتے ہیں
اس حسن ادب کے صدقے میں امید سعادت رکھتے ہیں

اس دارِ فانی میں اللہ جل شانہ کے بہت سے نیک اور صالح بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی طرف عام لوگ خاص دھیان نہیں دیتے، مگر رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے درجات و مراتب اتنے بلند و بالا ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی چیز کی قسم کھا لیتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔ چنان چہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن من عباد اللہ من لو أقسم علی اللہ لأبرّه۔ [الصحیح لمسلم، باب إثبات القصاص فی الأسنان، ج:۵، ص:۱۰۵، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی بارگاہ میں کوئی قسم کھالیں تو اللہ ضرور اسے پوری فرمادے۔

ان ہی سے ایک دوسری حدیث اس طرح مروی ہے: **کم من أشعث**

أغبر ذي طمرين لا يؤبه له لو أقسم على الله لأبره. رواه الترمذي. [مشكاة المصابيح، باب مناقب قريش وذكر القبائل، رقم الحديث: ٦٢٣٩]

ترجمہ: کتنے ہی پراگندہ صورت، غبار آلود، پھٹے پرانے لباس والے ایسے ہیں جن کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی جاتی، مگر ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ اللہ کی بارگاہ میں کوئی قسم کھالیں تو اللہ ضرور اسے پوری فرمادے۔

وہ نیک اور صالح بندے وہی ہوتے ہیں جن کا اسلام، ایمان اور احسان کمال کی انتہا کو پہنچا ہوتا ہے، **اسلام** ان کے ظاہر کو بندگی کے زیور سے آراستہ کرتا ہے اور اعضا و جوارح کو خدائے وحدہ لاشریک کی اطاعت و فرماں برداری کا مظہر بنا دیتا ہے، **ایمان** ان کے باطن کو صاف و شفاف رکھتا ہے اور ان کی روحانی قوت و توانائی میں اضافہ کرتا ہے اور **احسان** اس نیک بندے کو اس کے خالق و مالک کی بارگاہ کا قرب عطا کرتا ہے اور اس کے اندر یہ احساس زندہ رکھتا ہے کہ وہ ہر آن اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضر ہے۔ چنانچہ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ نے اسلام، ایمان اور احسان کی جو توضیح فرمائی ہے اس سے یہ سارے امور بحسن و خوبی نمایاں ہیں۔ حدیث جبرئیل میں ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے اسلام کے تعلق سے فرمایا:

الإسلام: أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، وتقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان، وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلا". [مشكاة المصابيح، حديث جبرائيل]

ترجمہ: پانچ امور کو بحسن و خوبی انجام دینے کا نام اسلام ہے: (۱) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم رکھنا۔ (۳) زکات دینا۔ (۴) ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (۵) اگر خانۂ

کعبہ تک جانے کی استطاعت ہو توحج کرنا۔

اور ایمان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره". [ایضا]

ترجمہ: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ جل شانہ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان رکھو۔

اور احسان کے بارے میں ارشاد فرمایا: **"أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك".** [ایضا]

ترجمہ: احسان یہ ہے کہ تم اللہ جل شانہ کی عبادت اس شان سے کرو کہ گویا تم اس کی ذات کا مشاہدہ کر رہے ہو اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ یقین مستحکم رہے کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

ان ہی قدسی صفات انسانوں کو "ولی" اور "صوفی" کہا جاتا ہے۔ چنان چہ شیخ شریف جرجانی فرماتے ہیں:

والولي هو العارف بالله وصفاته بحسب ما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات. [كتاب التعريفات ،باب الواو ،ج:۱، ص:۲۵۴، دار الكتب العلمية، بيروت]

ترجمہ: ولی وہ ہے جو حتی الامکان اللہ جل شانہ کی ذات وصفات کا عارف، طاعات پر ہمیشہ کاربند، معاصی سے کنارہ کش اور دنیاوی لذات وشہوات میں انہماک سے روگرداں ہو۔

شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”عوارف المعارف“ میں صوفی کی ایک تعریف اس طرح نقل فرمائی ہے:

الصوفي من صفا من الكدر، وامتلأ من الفكر، وانقطع إلى الله من البشر، واستوى عنده الذهب والمدر.[عوارف المعارف للشيخ السهروردي، ج: ۱، ص: ۴۷، المكتبة الشاملة]

ترجمہ: صوفی وہ شخص ہے جس کا دل دنیا کی کدورتوں سے صاف و شفاف اور فکر آخرت سے معمور و مزین ہو، اس کی توجہ انسانوں کے بجائے اللہ جل شانہ کی طرف ہو اور اس کی نظر میں سونا اور مٹی کا ڈھیلا یکساں حیثیت رکھتا ہو (یعنی وہ سونے کو مٹی سے زیادہ اہمیت نہ دیتا ہو)۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہی وہ نیک اور صالح بندے ہیں جن کے بارے میں حضرت ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ۔ [حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج: ۷، ص: ۲۸۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت]

ترجمہ: صالحین کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

خدائے وحدہ لاشریک کے ان ہی صالح اور مقرب بندوں میں ایک نمایاں نام قطب زمانہ، سلطان العارفین، شیخ الاسلام والمسلمین **سید احمد کبیر رفاعی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے جو ۱۵ ر رجب المرجب ۵۱۲ھ/۱۱۱۸ء میں اس خاکدان گیتی پر تشریف لائے اور ۱۲ ر جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ/۱۱۸۲ء، بروز جمعرات اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے، ان کا مزار عراق کے ایک مقام ”ام عبیدہ“ میں ان کے دادا شیخ یحییٰ بخاری کے قریب ہے۔

آپ کا مرتبہ اتنا ارفع واعلیٰ ہے کہ ۵۵۵ھ میں جب آپ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ پہنچ کر حضور رحمت عالم ﷺ کے حجرۂ مبارکہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کیا: السلام عليك يا جدّي. اے میرے جد کریم آپ پر سلامتی ہو۔

اس کے جواب میں حضور رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وعليكم السلام يا ولدي۔ اے میرے بیٹے تم پر بھی سلامتی ہو۔

یہ جواب اتنا صاف اور واضح تھا کہ مسجد نبوی میں موجود ہر شخص نے سنا اور اسے سن کر شیخ سید احمد کبیر رفاعی پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی، آپ کا رنگ زرد پڑ گیا، گریہ وزاری کرتے ہوئے گھٹنے کے بل کھڑے ہوگئے اور دیر تک سسکیاں لیتے رہے، پھر عرض کیا:

في حالة البعد روحي كنت أرسلها تقبل الأرض عني و هي نائبتي

و هذه دولة الاشباح قد حضرت فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

ترجمہ: اے جد کریم! دوری کی حالت میں، میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا جو میری نیابت میں آستاں بوسی کرتی تھی اور آج یہ دور افتادہ خود کاشانۂ اقدس پر حاضر ہے؛ لہذا اپنا دست کرم دراز فرمائیں تاکہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کرسکیں۔

اس عرض کے بعد حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک قبر انور سے باہر نکالا جسے نوے ہزار زائرین کے ہجوم میں امام رفاعی نے چوما، یہ تمام زائرین سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے دست مبارک کی زیارت کررہے تھے۔

بڑے خوش نصیب ہیں محب گرامی حضرت **مولانا غیاث الدین عارف مصباحی نظامی**، استاذ مدرسہ عربیہ سعید العلوم، یکماڈپو، لکشمی پور، ضلع مہراج گنج ،جنھوں نے ان کی حیاتِ مبارکہ کے ایک گوشہ (تصوف) پر کافی مواد جمع کر کے اپنی عقیدت ومحبت کا خراج پیش کرتے ہوئے ایک رسالہ بنام **"سید احمد کبیر رفاعی بحیثیت صوفی"** مرتب فرمایا ہے۔ میں نے مختلف مقامات سے اس کتاب کا مطالعہ کیا ،کتاب اپنے موضوع پر بہت عمدہ اور معلومات افزا ہے۔ ہمارے کرم فرما حضرت **مولانا مفتی محمد صادق مصباحی**، استاذ مدرسہ عربیہ سعید العلوم، یکماڈپو، لکشمی پور، ضلع مہراج گنج نے پوری کتاب پر باضابطہ نظر ثانی فرمائی ہے جس سے اس کتاب کی وقعت واہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔

دعا ہے کہ رب کریم مرتب موصوف کی اس تحریری کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور انھیں مزید دینی، علمی، تحریری، تصنیفی، اصلاحی اور تبلیغی خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو سعادت دارین سے شاد کام فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین .

ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۶ر رجب المرجب ۱۴۳۸ھ/ ۴ر اپریل ۲۰۱۷ء، سہ شنبہ

تقریب

ادیب شہیر، فاضل جلیل، حضرت علامہ **کمال احمد علیمی** صاحب قبلہ

استاذ: دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم		حامداً و مصلیاً

"تصوف" سے مراد دنیا سے کٹ کر خالقِ دنیا کا ہوجانا ہے، اس مختصر سے لفظ کے دائرے میں بہت سارے معانی و حقائق آتے ہیں۔ ایمان لانے کے بعد عملِ صالح کی توفیق ملنا بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔ ایک بندۂ مومن جب ایمان اور عمل صالح کا جامع بن جاتا ہے۔ تو اسی کو "صوفی" کہا جاتا ہے، گویا ایمانِ کامل کی خوبصورت تعبیر "تصوف" ہے۔ ہر مومنِ کامل صوفی ہوتا ہے اور بغیر تصوف کے انسان اُخروی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا ہے، اس کے بغیر انسان گھاٹے میں ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اسی حقیقت کی طرف بارہا اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَ الْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔		(پارہ ۳۰، سورۃ العصر)

زمانے کی قسم، بلاشبہ انسان گھاٹے میں ہے، ہاں مگر ایمان اور عمل صالح والے کامیاب ہیں۔

اللہ کا ہر ولی صوفی ہوتا ہے، ہر مومن کامل تصوف کا علم بردار ہوتا ہے، بل کہ حقیقت یہ ہے کہ تصوف وہ زینہ ہے جس کو طے کیے بغیر کسی کو بھی وصول الی اللہ کا گنج گراں مایہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

صوفیائے کاملین میں سے ایک بڑا عظیم نام قطبِ عالمِ اسلام، مقتدائے اہل تصوف، سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی ہے، آپ اپنے دور کے عظیم مصلح و مبلغ، عظیم صوفی، جلیل القدر، فقیہ و مفتی، عالی مرتبت قطب اور جہان اہل تصوف کے شمعِ فروزاں تھے، آپ کا تصوف بافیض اور آپ کا حال و قال داعی الی اللہ تھا، آپ کے صوفی کامل ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، آپ کی حیثیت متفق علیہ ہے۔

تصوف کا آغاز توحید سے ہوتا ہے، سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس صفت میں درجۂ کمال پر فائز تھے آپ اس قدر توحید میں غرق تھے اور توحید کے ایسے اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ آپ کو ہر شئی میں جلوۂ ربانی نظر آجاتا تھا، ہر غنچہ و گل، ہر برگ و ثمر، ہر خشک وتر سے بس "اللہُ اللہُ" کی صدائے دل نواز سنائی دیتی تھی، گویا آپ کی نظر میں حقیقی وجود بس اللہ کا تھا، باقی پوری کائنات وجودِ الٰہی کا مظہر اور ترجمان تھی، یقین نہ آئے تو دیدۂ دل سے یہ واقعہ دیکھیے:

ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماموں نے آپ کو گھاس کاٹنے کے لیے بھیجا، ساتھ میں آپ کے ماموں زاد بھائیوں کو بھی بھیجا، سب گئے اور گھاس کاٹ کر لے آئے مگر سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خالی ہاتھ آئے، ماموں نے پوچھا کہ بیٹے خالی کیوں آئے؟ آپ نے فرمایا کہ جس گھاس کو ہاتھ لگاتا تھا اس سے تسبیح کی آواز آتی تھی، اس لیے اسے چھوڑ دیتا تھا، مجھے کوئی ایسی گھاس نہیں ملی جو ذکرِ الٰہی سے غافل ہو، اس لیے خالی ہاتھ واپس آیا۔

بلاشبہ یہ تصوف کا اعلیٰ ترین درجہ ہوتا ہے کہ انسان کو ہر چیز میں سے ذکرِ الٰہی کی آواز سنائی دے ہر عالم میں خالقِ عالم کا جلوہ نظر آئے۔ سیدی احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچپن کے عالم میں ہی اس عظیم مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔

تصوف کی ایک دوسری منزل عشقِ رسول ﷺ ہے اس خصوص میں تو آپ کی نظیر نہیں ملتی ہے، ہر سال بار گاہ رسالت، مآب ﷺ میں سلام پہچانا اور پھر دستِ رسول ﷺ کو چومنا یہ وہ شرف ہے جو عشقِ رسول ﷺ کی بدولت آپ کے حصے میں آیا ہے۔

محبت رسول ﷺ میں سرشاری اور عشق رسول ﷺ میں وارفتگی آپ کی حیات طیبہ کا اصل مقصد تھی، آپ ارشاد فرماتے ہیں:

المرء مع من أحب ومن أحب الله أحب رسول الله.
(جل جلاله و صلى الله تعالىٰ عليه وسلم)

انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اور جسے اللہ سے محبت ہے اسے رسول ﷺ سے بھی محبت ہو گی۔

تصوف کی ایک منزل ترک دنیا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ دنیا آپ کے قدموں میں نچھاور ہونے کو بیتاب رہتی، بڑے بڑے اُمرا و خلفا آپ کی قدم بوسی سرمائہ افتخار سمجھتے۔ مگر اللہ کا یہ نیک بندہ ہمیشہ دنیا سے دور ہی رہتا تھا۔ آپ امیر تھے مگر آپ کی امیری غریبوں کے لیے وقف تھی ہزاروں لوگ آپ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے، مگر آپ خود سوکھی روٹی، پانی میں بھگو کر کھاتے، کھانے کے لیے نعمتیں نہ ہوں اور آدمی نہ کھائے یہ کوئی کمال کی بات نہیں۔ کمال تصوف تو یہ ہے کہ اس کے پاس نعمتوں کا دستر خوان سجا ہو، اور وہ خود سوکھی روٹی کھا رہا ہو۔ بھلا بتایئے کہ جس مرد قلندر کے دستر خوان پر ایک وقت ایک دستر خوان میں بیس ہزار سے زائد لوگ کھانا کھاتے ہوں اور وہ خود ایک روٹی پر اکتفا کرتا ہو، اس سے بڑا زاہد اور صوفی کون ہو سکتا ہے؟

صوفی کی ایک پہچان تواضع و انکسار ہے۔ اس صفت میں بھی آپ اپنی مثال نہیں رکھتے ہیں تواضع کا عالم یہ تھا کہ باوجودے کہ اتنی امیری اور

دنیاوی آسائشوں کی فراوانی تھی، مگر بہت سادہ لباس اور سادہ طرز زندگی کے مالک تھے۔ خود ہی فرماتے ہیں کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے میں نے ہر دروازہ دیکھا تو خالی نظر آیا۔ اسی تواضع وانکسار سے میں اللہ تک پہنچ گیا۔

دست بوسی کا اعزاز ملنا بھی آپ کے لیے بڑے شرف کی بات تھی۔ اس عظیم کرامت پر آپ کے دل میں کبر ونخوت نہ پیدا ہو، اس لیے آپ اس عظیم رتبے کی حصول یابی کے بعد مسجد نبوی شریف کے زینے پر لیٹ گئے، اور سب سے فرمایا کہ ہر کوئی مجھے روند کر جائے۔ لوگوں کے پیر اپنے اوپر رکھواتے تھے، تاکہ آپ کے دل میں تکبر کا شائبہ بھی نہ پیدا ہونے پائے۔

اہل تصوف کا ایک اہم شعار خدمت خلق ہے۔ حضرت سید کبیر احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خدمت خلق میں بے مثال تھے، کسی غریب کی غربت آپ سے دیکھی نہیں جاتی۔ کسی بیمار کی بیماری سے آپ تڑپ اٹھتے تھے، سیکڑوں یتیموں کی کفالت، بیواؤں کی چارہ گری، دبے کچلے لوگوں کی امداد واعانت یہ سب آپ کے جذبۂ خدمت خلق کا نتیجہ تھا۔ عبادت وریاضت سے جو وقت بچتا تھا اسے آپ خدمت خلق ہی میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کی خدمت خلق کے دائرے میں صرف انسان ہی نہیں آتے تھے بلکہ جانور بھی آپ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آبادی سے باہر خارش زدہ کتے کا علاج کرنا، دامن پر بیٹھی ہوئی بلی کے لحاظ میں دامن کو چاک کر دینا، ایک معمولی پتنگے سے معذرت کرنا یہ سب آپ کی خدمت خلق کے جلوے ہیں، جو آج کے مدعیان تصوف کے لیے لائق تقلید اور قابل اتباع ہیں۔ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

خیر الناس من ینفع الناس و شر الناس من یضر الناس.

یعنی سب سے اچھا انسان وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور سب سے بُرا وہ ہے جو لوگوں کو نقصان پہنچائے۔

اس حدیث پر پوری زندگی آپ عمل پیرا رہے۔ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

افیضوا نفعکم علی الخلق کلھم.

یعنی تمام خلق خدا کو فائدہ پہنچاؤ۔

مذکورہ بالا حقائق سے پتا چلتا ہے کہ حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر تصوف کی ساری علامتیں اور احسان و سلوک کی صفتیں جمع تھیں۔

زیر نظر کتاب آپ کی اسی حیثیت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کے مولف حضرت مولانا **غیاث الدین احمد عارف مصباحی نظامی** صاحب ہیں جو جماعت اہل سنت کے اُبھرتے ہوئے بہترین مصنف و محقق ہیں۔ حضرت سے میری ملاقات ہوئی ہے، ملنے کے بعد احساس ہوا کہ قلم کی طرح حضرت کی طبیعت میں بھی حد درجہ لطافت و شیرینی ہے، اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ کشادہ رُو اور کشادہ دل ہیں۔ اس سے پہلے بھی حضرت کی کئی کتابیں منظر عام پر آکر داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

مولف موصوف نے اس کتاب کو تین ابواب پر تقسیم کیا ہے۔ تصوف اعتقادی، تصوف عملی، اور تصوف علمی، اور ہر ایک باب میں حضرت رفاعی قدس سرہٗ کی صوفیانہ حیثیت پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ عربی عبارات کے ترجمہ نے کتاب کو آسان سے آسان تر بنا دیا ہے۔ حوالوں کا اطمینان بخش التزام ہے۔ شروع میں تصوف اور صوفی لفظ کی خاطر خواہ تشریح و تحقیق نے کتاب کے درجہ استناد کو بڑھا دیا ہے۔ مولائے کریم مولف موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے اور انھیں مزید دینی خدمات کا موقع عنایت فرمائے۔ آمین۔

۱۰/ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ — **کمال احمد علیمی، نظامی**

۹/جنوری ۲۰۱۷ء — دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً ومسلماً

آج سے تقریباً دو۲ سال قبل خاندان رفاعیہ کے بہت ہی مخلص فرزند، پیر طریقت حضرت مولانا سید حسام الدین رفاعی مدظلہ العالی (خانقاہ رفاعیہ بڑودہ گجرات) سے رابطہ ہوا، آپ نے مجھ حقیر سراپا تقصیر سے فون پر فرمایا کہ: آپ قطب اعظم، سلطان العارفین حضور **شیخ احمد کبیر رفاعی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات پر تصوف واحسان کے حوالے سے ایک رسالے کی ترتیب دے دیں، میں نے اپنی کم علمی اور بے مائگی کا اظہار کیا؛ کیوں کہ میں اس لائق تو تھا نہیں، لیکن حضرت نے تسلی دی اور اللہ کا نام لے کر کام شروع کرنے کی ترغیب دی، بالآخر اُن کے خلوص ومحبت کے آگے میں نے سر تسلیم خم کر دیا، پھر قبلہ موصوف نے ازراہ کرم میرے پاس کئی ضروری کتب بھی ارسال فرمائیں، جس سے میرا کام آسان ہو گیا۔

ایک طرف میری کم علمی تھی اور دوسری طرف تعلیم وتعلم کا سلسلہ بھی دامن گیر تھا، دیگر مصروفیات اس پر مستزاد۔ مگر اللہ کا نام لے کر، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور لو لگا کر کام شروع کر دیا۔ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم اور حضور شیخ رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیضان جاری ہوا اور یہ رسالہ آپ کے روبرو پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اب فیصلہ آپ کے حوالے ہے کہ میں کہاں تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکا ہوں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ رسالہ پیکر اخلاص حضرت مولانا **سید حسام الدین** رفاعی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی کرم فرمائی، اخلاص، محبت والفت اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے۔ اللہ رب العزت انھیں حضور شیخ

رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیضان کما حقہ عام و تام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے علاوہ میں خصوصی طور پر شکر گزار ہوں سماحۃ الاستاذ، ادیب باکمال حضرت علامہ مولانا مفتی **ساجد علی مصباحی**، صاحب قبلہ مد ظلہ العالی استاذ جامعہ اشرفیہ ،مبارک پور ،اعظم گڑھ اور فاضل جلیل، حضرت مولانا **کمال احمد علیمی** صاحب قبلہ استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کا جنھوں نے میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے تقدیم و تقریب تحریر فرمائی ، نیز اپنے ادارے کے ماہر استاذ، عالم نبیل حضرت علامہ **مفتی محمد صادق مصباحی** صاحب قبلہ اور **مولانا نور محمد مصباحی جامعی** صاحب قبلہ کا بھی حد درجہ مشکور ہوں جن میں سے اول الذکر نے رسالے پر نظر ثانی فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا اور ثانی الذکر نے اپنا قیمتی وقت نکال کر کمپوزنگ فرمائی۔

میں نے اس رسالے کو تین ابواب میں تقسیم کیا ہے، مگر پہلے اور آخری باب پر تفصیلی گفتگو نہیں کی گئی ہے، ایسا قصداً ہوا ہے۔ میں نے درمیانی باب یعنی "تصوف عملی" پر کچھ تفصیلی بحث کی ہے ،وجہ یہ ہے کہ یہی وہ باب ہے جو ہمیں ارباب طریقت وتصوف کی طرف کھینچے لیے جاتا ہے اور اس سے ہمیں اپنے نفس کے تزکیہ واحتساب کا موقع فراہم ہوتا ہے، اور یہیں ہمیں قرآن وسنت کا عملی جلوہ نظر آتا ہے۔

حضور شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے گفتگو کرنا کوئی آسان کام نہ تھا اور یہ شرف صرف اور صرف اللہ کی عطا سے ہی نصیب ہوتا ہے؛ کہ ہم اس کے پاک طینت بزرگوں اور ولیوں کی تعریف وتوصیف میں اپنی زبان وقلم کا استعمال کریں۔ کتاب شروع کرنے سے قبل حضرت رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق صرف ایک قول ملاحظہ کریں۔ آپ کے ہم عصر بزرگ حضرت شیخ عبد السمیع الہاشمی، الواسطی فرماتے ہیں:

سید احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ پاک کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔ آپ کا طریقہ کتاب وسنت

سے ماخوذ ہے۔ اگر تم نے سلف صالحین کو نہیں دیکھا، صرف انھی کو دیکھا ہے تو سمجھو کہ تم نے سبھوں کو دیکھ لیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات وہ مقدس ذات ہے جن کا ذکر مبارک خود **حضور غوث پاک** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قصیدہ **"قصیدۂ غوثیہ"** میں یوں فرمایا ہے:

كذا ابن الرفاعی كان منی

فيسلك فی طريقی واشتغال

یعنی حضرت رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ اور مسلک ومنہج وہی ہے جو میرا ہے۔

ایک ضروری بات اور واضح کردوں آج بہت سے نادان، کم عقل، اہل تصوف واحسان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان کا طریقہ بدعت ہے، انھوں نے من گڑھت باتیں ایجاد کر رکھی ہیں، مگر آپ اِن بزرگوں کے طریقے اور ارشادات وعمل کو دیکھیں، آپ کو ایک بھی ارشاد وعمل قرآن وسنت سے ہٹ کر نہیں ملے گا۔ بل کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی قرآن وسنت پر صحیح طور پر عمل کرنے والے اللہ پاک کے برگزیدہ بندے اور رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب اور چہیتے اُمتی ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنے اور اُن سے محبت کرنے کی توفیق رفیق بخشے۔ **آمین، یا رب العلمین! بحرمة سید الابرار والمرسلین.**

بندۂ عاصی

غیاث الدین احمد عارفؔ مصباحیؔ نظامیؔ

خادم التدریس: مدرسہ عربیہ سعید العلوم، یکماڈپو

لکشمی پور، مہراج گنج (یوپی)

۸ ررجب المرجب ۱۴۳۸ھ / ۶ ر اپریل ۲۰۱۷ء

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت صوفی

مبسملاً وَّحامداً وَّمصلیاً وَّمسلماً

امام اجلّ، قطبِ اکمل، استاذُ العلما، امام الاولیا، عارف باللہ، بحر شریعت و طریقت، شیخ الاسلام والمسلمین، سلطان العارفین، حضرت **سید احمد کبیر رفاعی** رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ ستودہ صفات محتاجِ تعارف نہیں۔ کتب تواریخ اور اولیاء اللہ کے احوال سے واقفیت رکھنے والے افراد جانتے ہیں کہ آپ علیہ الرحمہ کا شمار امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور ترین عارفین، اولیاو اغواث اور سرخیل صوفیاے کرام میں ہوتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بروز جمعرات، پندرہ رجب المرجب ۵۱۲ھ میں، مسترشد باللہ عباسی کے زمانۂ خلافت میں مقام ''اُم عبیدہ'' کے ''حسن'' نامی ایک قصبہ میں پیدا ہوئے۔ ''اُم عبیدہ'' علاقہ ''بطائح'' میں ''واسط و بصرہ'' کے درمیان واقع ہے۔

ابھی آپ نے اپنی عمر کے ساتویں سال میں قدم رکھا تھا کہ ۵۱۹ھ میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ آپ کے والد ''ابوالحسن سلطان علی'' بغداد کے سفر پر تھے کہ اجل کا داعی آپہنچا۔ بغداد معلّٰی میں ہی آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ ابن مسیّب نے آپ کی قبر پر ایک خوب صورت مزار کی تعمیر کرائی اور اُس کے بغل میں آپ کے نام سے منسوب ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ بغداد شارع رشید پر آپ کا مزار پر انوار آج بھی زیارتِ گاہِ خلائق ہے۔

آپ کے ماموں حضرت شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی آغوشِ تربیت میں آپ کی نشو و نما شروع ہوئی، جہاں آپ کو زیورِ اَدب و اخلاق سے آراستہ ہونے کا موقع

میسر آیا۔ پھر آپ کی تعلیم و تربیت کے اُمور، علامہ قاری شیخ علی ابوالفضل واسطی کے سپرد ہوگئے، جن کی سرپرستی میں آپ کو جہانِ فقہ و تصوف اور عالَمِ معرفت و طریقت کی سیر کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت الی اللہ، تزکیۂ نفوس اور اصلاحِ ظاہر و باطن نے ادنیٰ کو اعلیٰ، ذرہ کو ثُریّا اور قطرہ کو سمندر بنادیا۔ آپ علیہ الرحمہ کی سیرت و سوانح اور ملفوظات و تعلیمات پر سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور ان شاء اللہ لکھی جاتی رہیں گی۔

''طبقات کبریٰ'' میں منقول ہے کہ:

تمام اقطاب میں جو سب سے اعلیٰ اور ممتاز قطب ہیں وہ چار ہیں:

اول : حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دوسرے : حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تیسرے : سید احمد کبیر بدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

چوتھے : سیدی حضرت ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (طبقات کبریٰ، ص۱۶۸)

اللہ رب العزت کا بے پناہ شکر و احسان ہے کہ مجھ حقیر سراپا تقصیر کو بھی یہ سعادت ملی کہ ان کی سیرت پاک کو تصوف کی روشنی میں پیش کروں۔ ورنہ کہاں میں حقیر سراپا تقصیر اور کہاں اللہ کے یہ مقبول و مقرب صالحین کی جماعت!

ع **چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک!**

بس نیت یہ ہے کہ اُن کے ذکر سے میرا بھی نامہ اعمال سنور جائے اور ان کے صدقے مجھ گنہ گار کی بھی مغفرت کا سامان میسر آجائے۔ اس ضمن میں بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے ''تصوف'' پر روشنی ڈالی جائے اور پھر اسی تناظر میں آپ کی ذات پاک کا دیدار کیا جائے۔

تصوف

تصوف: عربی زبان کا لفظ ہے، باعتبار لغت اس کے مادۂ اشتقاق کے بارے میں کافی اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے اسے لفظ "صوف" سے مشتق مانا ہے، جس کے معنٰی "اُون" کے ہیں، چوں کہ حضرات صوفیاے کرام عام طور پر نرم ونازک کپڑوں سے اجتناب کرتے اور اُون کا لباس استعمال کرتے تھے، اس لیے انھیں "صوفی" یا "متصوف" کہا جاتا ہے۔

بعض علماے لغت کا کہنا ہے کہ "تصوف" صَفو سے مشتق ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تصوف میں صفاے باطن پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

اور بعض علماے لغت کے نزدیک اس کی اصل، صُفَّہ بمعنٰی چبوترہ ہے۔ چوں کہ نبی اکرم ﷺ کے مبارک زمانے میں کچھ حضرات نے ترکِ دنیا فرما کر مسجد نبوی کے پاس ایک چبوترے پر عبادت وریاضت کو اپنا شیوہ بنا لیا تھا؛ اسی لیے انھیں "اصحاب صفہ" کہا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں تصوف کی تعبیر، اِحسان سے، اور قرآن کریم میں اس کی تعبیر مُجاہدہ سے کی گئی ہے۔ فرمایا گیا:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (العنکبوت، آیت: ٦٩)

"جن لوگوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا، ہم انھیں ضرور اپنے راستے کی طرف رہنمائی کریں گے۔"

دراصل انسان کا باطن تین چیزوں سے مرکب ہے: نفس۔ روح۔ عقل۔ قوانینِ اسلام پر غور کریں تو ان تمام (نفس، روح، عقل) کو صحیح سَمت کی طرف گامزن کرنے لیے تین اہم چیزیں موجود ہیں، وہ ہیں: **اسلام، ایمان اور احسان۔**

اسلام ہمارے انفرادی اور اجتماعی نظام کو درست رکھتا ہے۔ **ایمان** ہمارے ذہنی اور دماغی نظام کو ٹھیک رکھتا ہے۔ اور **احسان** ہمیں اپنی اہمیت اور روحانی قوت کا احساس دلاتا اور اخلاقیات کو سنوارتا ہے۔ اِسی **احسان کو بعد میں تصوف کا نام دیا گیا۔**

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

" اسلام ،ایمان اور احسان میں اصل مقصود تو احسان ہی ہے، اور اسلام، بے ایمان معتبر نہیں، عبادت کا وجود بدونِ احسان کے ایسا سمجھنا چاہیے جیسے روح بے بدن کے۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک نتیجہ اور خاصّہ ہے۔ جو شخص اسلام اور ایمان دونوں جمع رکھے اس کو نجات نصیب ہوگی۔ اور جو احسان (تصوف) کے مرتبے تک پہنچ جائے اس کو اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہوگی؛ گویا احسان ہی ایمان کا کامل درجہ ہے۔ (شاہ عبدالعزیز علمی وفقہی ملفوظات ص:۷۵)

چودھویں صدی کے مجدّد، امام احمد رضا قدس سرہ "تصوف" کی حقیقت کے بارے میں اپنی مایہ ناز تصنیف "مقالِ عُرَفا" میں عارف باللہ شیخ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کے حوالے سے ارقام فرماتے ہیں:

التصوف : إنما هو زبدة عمل العبد بأحكام الشريعة.

یعنی تصوف، در حقیقت بندے کا شرعی احکام پر عمل کا نام ہے۔

(مقال عرفا، ص:۳۰)

امام شعرانی کی طبقات کبریٰ میں ہے:

التصوف: تصفيةُ القلوب واتباع النبي ﷺ في الشريعة.

تصوف، دل کی صفائی اور شریعت میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کا نام ہے۔

(الطبقات الکبریٰ صفحہ ۱۸)

تصوف، طریقت ہی کا دوسرا نام ہے اور طریقت اس راستے کو کہتے ہیں جو

خداعزوجل تک پہنچانے والا ہو۔اب سوال یہ ہے کہ خدا تک پہنچانے والا راستہ کون سا ہے؟ سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی:

"أقرب الطرق إلى الله تعالىٰ لزوم قانون العبودية ، والاستمساك بعروة الشريعة." (بهجة الأسرار، صفحه ٥٠)

یعنی اللہ رب العزت کی طرف سب سے زیادہ قریب راستہ، قانون بندگی کا التزام اور شریعت کی گرہ کو پکڑے رہنا ہے۔

عارف باللہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف "عوارف المعارف" میں لفظ "تصوف" کی تعریف اور اس کی حقیقت و ماہیت کے تعلق سے درج ذیل اقوال منقول ہیں:

- "تصوف" اخلاق حسنہ اختیار کرنے اور اخلاق رذیلہ کو ترک کرنے سے عبارت ہے۔
- حق تعالیٰ کے ساتھ کسی غرض کے بغیر تعلق کا نام "تصوف" ہے۔
- "تصوف" ہر جگہ، ہر وقت، اور ہر حال میں آداب شریعت کو اپنے اوپر لازم کرنے کا نام ہے۔
- حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حقیقت کی معرفت حاصل کرنا، دقائق پر گفتگو کرنا، اور مخلوق کے پاس جو کچھ ہے اس سے نا اُمید ہو کر اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنا "تصوف" ہے۔

- حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تصوف" معرفتِ الٰہی کا نام ہے۔
- حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

"تصوف" مکمل ادب کا نام ہے۔ جو ادب کو ضائع کرے وہ قرب الٰہی اور

قبولیت سے دُور جا پڑتا ہے اور مُردہ ہو جاتا ہے۔

- حضرت خواجہ ابوبکر شبلی علیہ الرحمہ کے بقول:

"تصوف" یہ ہے کہ سب چھوڑ کر صرف ایک اللہ کا ہو رہنا، غیر کے تصور سے بھی دل کو صاف رکھنا؛ بل کہ یوں سمجھنا کہ غیر کا کوئی وجود ہی نہیں۔

- حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش قدس سرہ کے بقول:

اپنے اخلاق و معاملات کو صاف رکھنا، ہر پہلو پر صفتِ صفا کو لازم رکھنا "تصوف" ہے

- امام عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پابندی کرنا "تصوف" ہے۔

- حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الصوفی إذا نطق بانَ نطقه من الحقائق وإن سكت نطقت عنه الجوارح بقطع العلائق. (کشف المحجوب مترجم، ص: ۷۰)
یعنی صوفی جب بولتا ہے تو اس کا کلام اس کی حقیقت حال سے واضح ہو جاتا ہے اور جب خاموش ہو جاتا ہے تو اس کے اعضا اس کی طرف سے قطع تعلقات دنیاوی کو بیان کرتے ہیں۔

- حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"تصوف" کی بنیاد آٹھ چیزوں پر ہے:

[۱] سخاوت ابراہیم [۲] رضاے اسماعیل [۳] صبر ایوب [۴] مناجات زکریا [۵] غربت یحییٰ [۶] خرقہ پوشیِ موسیٰ [۷] سیاحت و تجرد عیسیٰ (علیہم السلام) اور [۸] **فقرِ محمد مصطفیٰ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتوح الغیب ص: ۱۴۳)

حقیقی صوفی کون؟

خدائے واحد عزوجل اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین پر کما حقہ عمل پیرا ہونے یعنی عملی طور پر ''تصوف'' اختیار کرنے والے کو صوفی کہا جاتا ہے۔ صوفی وہ ہے جو اپنے قلب کی صفائی کے ساتھ ساتھ خلقِ خدا کے تزکیہ قلب کا بھی حریص ہو، نفسانی خواہشات سے دور ہو اور دنیا کو پسِ پشت ڈال کر اس کے خالق کی طرف متوجہ ہو اور ہر وقت اسی کا ہو کر رہے جس کا وہ بندہ ہے۔ توجہ الی اللہ اور محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے صوفی کا سراپا پُر سکون، دل مطمئن، چہرہ منور، سینہ کشادہ اور باطن شاد و آباد رہتا ہے؛ کیوں کہ وہ ہر چیز سے زیادہ اللہ جل شانہ اور رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کو ترجیح دیتا ہے۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''المنقذ من الضلال'' میں اہل تصوف کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و علمت ان طریقتهم انما تتم بعلم و عمل و كان حاصل علمهم قطع عقبات النفس عن اخلاقها المذمومة و صفاتها الخبيثة حتىٰ يتوسل بها الىٰ تخلية القلب عن غير الله تعالىٰ و تحلية بذكر الله.

''صوفیہ کرام کا طریقہ، علم اور عمل کے ذریعہ مکمل ہوتا ہے اور ان کے علم کا حاصل یہ ہے کہ نفس اخلاق مذمومہ اور صفات خبیثہ سے پاک ہو جائے؛ تا کہ دل غیر اللہ سے خالی ہو کر اللہ کے ذکر سے مزین ہو جائے۔''

اسی کتاب میں ایک جگہ یہ ارشاد فرماتے ہیں:

إنی علمت یقینا أن الصوفیة هم السالکون بطریق الله تعالیٰ خاصة ، و أن سیرتهم أحسن السیر و طریقهم أصوب الطرق و اخلاقهم أذکی الأخلاق ، بل لو جمع عقل العقلاء و حکم الحکماء و علم الواقفین علیٰ اسرار الشرع من العلماء لیغیروا شیئا من سیرهم و اخلاقهم و یبدلوه بما هو خیر منه لم یجدوا الیه سبیلا فان جمیع حرکاتهم و سکناتهم فی ظاهرهم و باطنهم مقتبسة من نور مشکاة النبوة و لیس وراء نور النبوة علیٰ وجه الأرض نور یستضاء به.

مجھے یہ بات پورے یقین سے معلوم ہوئی کہ صوفیہ کرام ہی اللہ کے راستہ پر چلنے والے ہیں، ان کی سیرت تمام سیرتوں سے بہتر ہے، ان کا طریقہ تمام طریقوں سے سیدھا ہے، ان کا اخلاق تمام لوگوں کے اخلاق سے زیادہ پاک ہے، بل کہ اگر تمام عقلا کی عقل کو اکٹھا کیا جائے، تمام حکما کی حکمتیں جمع کی جائیں، علما کے علم کو یکجا کیا جائے؛ تاکہ صوفیہ کرام کے طریقہ کے متبادل کوئی طریقہ تلاش کیا جا سکے جو اُن سے بہتر ہو تو، لم یجدوا الیه سبیلا یعنی اس طرح ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ ان کی تمام حرکات و سکنات ظاہری ہوں یا باطنی نبوت کے نور سے لی ہوئی ہیں اور پورے کرۂ ارض پر نور نبوت کے علاوہ کوئی ایسا نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جا سکے"۔

تصوف کے متعلق حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات عالیہ

بحر شریعت وطریقت، حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

الصوفي من صفا، فلم ير لنفسه على غيره مزية. كل الأغيار حجب قاطعة، فمن تخلص منها وصل. الوقت سيف يقطع من قطعه. (الحكم الرفاعيه، ص:٤)

صوفی وہ ہے جس کے دل کا آئینہ ایسا صاف ہو کہ خود کو دوسروں سے افضل نہ سمجھے۔ دنیا کی تمام چیزیں اللہ اور بندے کے درمیان حجاب ہیں جو اِن کو ترک کر دیتا ہے وہ اللہ کی معرفت کو پالیتا ہے۔ **وقت تلوار کی طرح ہے جو اس کی اہمیت نہیں سمجھتا ناکام رہتا ہے۔**

آپ فرماتے ہیں:

التصوف : تهذيب أخلاق ، وشرف طباع ، وعلو همة. فمن حسنت أخلاقه ، وشرفت طباعه ، وعلت همته، فهو الصوفى ، وإلا فلا. (النظام الخاص،ص:٢٩)

"تصوف" تہذیب اخلاق، شرافتِ طبع اور بلندیِ ہمّت کا نام ہے۔ جس کے اخلاق اچھے ہوں، طبیعت میں شرافت ہو، ہمت بلند ہو بس وہ صوفی ہے۔ جو ایسا نہ ہو وہ صوفی نہیں۔

فرماتے ہیں:

"الصوفي من صفي سره من كدورات الأكوان وما رأي لنفسه على غيره مزية. (البرهان المويد،ص:۱۲)

صوفی وہ ہے جو اپنے باطن کو کائنات کی تمام کدورتوں سے پاک کرلے اور اپنے آپ کو دوسروں سے منفرد نہ سمجھے۔

فرماتے ہیں:

" للتصوف خصال محمودة ، أولها : تجريد التوحيد ثم الإيثار، ثم إيثار الإيثار، ثم حسن العشرة ، ثم فهم السماع، ثم ترك الإختيار، ثم سرعُة الوجد، ثم الكشف عن الخواطر، ثم كثرة الصمت إلا فيما يؤول إلى الله ، ثم ترك رؤيا الاكتساب ، ثم تحريم ادخار مايكتسِبه.

(النظام الخاص،ص:۲۹)

"تصوف" کے لیے چند عمدہ خصلتیں مخصوص ہیں ، جن میں سب سے مقدم توحید خالص کا حاصل کرنا ، پھر ایثار، پھر ایثار کو قربان کردینا، یعنی اپنے ایثار کو ایثار نہ سمجھنا، حسن معاشرت ، سماع کو سمجھ کر ہی وجد کا طاری ہونا، دل کی باتوں پر مطلع ہونا ، زیادہ تر خاموش رہنا؛ مگر جب کسی بات کا تعلق اللہ تعالی سے ہو تو اس کے متعلق گفتگو کرنا، اپنے عمل پر نظر نہ کرنا، جو کچھ کماتا ہے اسے ذخیرہ بناکر رکھنے کو حرام سمجھنا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اہل تصوف کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جامع نصیحت

اب آئیے! حضرت سلطان العارفین شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بہت ہی جامع ارشاد سے اپنا قلب و جگر شاد کام کرتے ہیں جس سے ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ حقیقت میں "تصوف" ہے کیا چیز؟ آج بہت سے نادان "اہل تصوف" پر اعتراض کرتے ہیں اور انھیں خرافات پر عمل کرنے کا طعنہ دیتے ہیں، انھیں معلوم نہیں کہ **"تصوف" واہیات و خرافات کا نام نہیں؛ بل کہ مکمل طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کا ہو جانے کا نام ہے۔**

ایسے ہی لوگوں کے شکوک و شبہات کو دور کرتے ہوئے سلسلہ رفاعیہ کے سلطان حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مستطاب " حالة اهل الحقيقة مع الله" میں ارشاد فرماتے ہیں:

أَي بني! إذا نظرتَ في القوم الذين ادَّعوا التصوف اليوم، رأيتَ أن أكثرهم من الزنادقة والحرورية والمبتدعة ، ورأيتهم أكثر الناس جهلا وحمقًا ، وأشدهم مكراً وخديعة، وأعظمهم عجباً وَتطاولاً ، وأسوأهم ظناً بأهل الزهد والتقوى ، وأهل الصدق والصفاء.

علامات أهل الصفاء أدق من أن يصفها واصف ، وأعلى من أن تحتملها الأوهام ، فمن علامة الصوفي أن يصفو في أقواله وأفعاله وحركاته من أدناس آفات النفس والخَلق

والدنيا ، وتصفو خواطره من غبار الإعراض عنه تعالى والنظر منه إلى من سواه .

وأيضًا من علاماته أن يكون مع النفس بلا نفس ، ومع الخلق بلا خلق ، ومع القلب بلا قلب ، ومع الحال بلا حال ، ومع الوقت بلا وقت ، ويكون مستقيماً على بساط أمر الله ، متذللاً تحت جلال عظمة الله ، مستكفياً مستغنياً به عن غيره ، قلبه مضروب بسياط خوف القطيعة والهجران ، وسره مضروب بسياط خشية البعد والحرمان ، نفسه منورة بنور الخدمة ، وقلبه منور بنور المحبة ، وسره منور بنور المعرفة.

ومن علاماته أيضًا أن يكون فؤاده طائراً بأجنحة الشوق ، وأركانه مستقيمة على طريق الحق بالحق للحق مع حسن الانتظام وعلى غاية الأدب ، مقبلا بالكلية على مليكه مع ترك الالتفات منه إلى ملكه ، مع الفرار من المخلوقين لشدة وجدانه حلاوة الأنس برب العالمين ، رجوعه إلى الحق واعتماده على الحق وقراره مع الحق من غير أن يلتفت منه إلى الخلق ، وحشى القلب ، سماوي الحديث ، رباني العلم ، فرداني الهمة، روحاني العيش ، نوراني القدر، وحداني المعنى ، جميع إرادته تحت إرادة المعبود ، شاكر لله في السر والإعلان كي لا يقع في أبحر الكفران ، ذاكر لله بالقلب واللسان في كل وقت وأوان ؛ كيلا يتيه في مفاوز النسيان.

يعلم أن المولى يراه ومن فوق العلا يرعاه ، فهو فان

تحت عظمة نظره، متلاش بكليته تحت كمال قدرته، مستغرق صفاء أوقاته في أبحر امتنانه، مع سقوط كل حلاوة غير حلاوة محبة ربه، مستقيم على صدق العبودية من غير رؤ ية العبودية، فارغ القلب عن الشغل بغير الله مع الاتكال بالقلب على الله، متواضع لأهل الإيمان، قائم على بساط الأحزان، حتى يأتيه اليقين بالعفو والرضوان، لسانه مثل قلبه يصدق في جميع أقواله وأفعاله، لا كما قال الله تعالى: **لِمَ تَقُوْلُونَ مَا لَا تَفْعُلُون**، شاكر لقليل النعمة، صابر على كثير الشدة، راض بقضاء رب العزة، دائم على احتراس القلب لله بالحجة، لا يخاف دون الله، ولا يرجو غيرالله، ولا يريد إلا الله، لما علم أنه لا مُضر. ولا نافع ولا رافع ولا دافع ولا معز ولا مذل إلا الله وحده لا شريك له، متابع لسنة المصطفىٰ ﷺ أخلاقه ومذاهب أصحابه، خائف من سوء العاقبة، مشتغل بالمقدر إذا اشتغل الناس بالتقدير، وبالمدبر إذا اشتغلوا بالتدبير، جالس على بساط الخدمة مع الحياء، متكئٌ على سرير الفقر والفاقة، مشرفٌ على غُرف القُرب والمشاهدة، شارب بكأس الأنس والمحبة، يطيل صمته ويكظم غيظه، ويغلب شهوته، ويفارق راحته من غير أن يلتفت إلى معاملة قلبه، فارغ من مصالح نفسه، تارك لجميع راحاته وشهواته، خائف من الوحشة بينه وبين حبيبه، يكون أحسن الناس للناس، وأتقاهم وأصدق الناس، وأصفاهم وأعقل الناس

وأرعاهم، ينظر إلى الدنيا بعين الاعتبار ، وإلى النفس بعين الاحتقار ، وإلى الآخرة بعين الاستبشار، وإلى الرب بعين الافتخار ، في الاستقامة كالجبل الراسي لا تحركه الرياح الهائجة، لا يطلب ما ليس له ولا يهتم بماقُسِمَ له ، فارغ عن خدمة المخلوقين مشتغل بخدمة رب العالمين ، لا يعرض عنه ببلواه ، ولا يختار حبيباً سواه ، نفسه طاهرة من كل خطأٍ و زّلة ، وقلبه متبرئ من كل سهو وغفلة ، وسره من كل حول وقوة، بدون الله سبحانه لا يرضى ، طعامه طعام المرضى وبكاؤه بكاء الثكلى ، لا يتوكلُ قلبه إلا عليه ، ولا يُسلِّم إلا إليه ، ولا يشكرالنعمة إلا له ولا يطلب الحاجة إلا منه، مستأنس بالله في جميع الأحوال ، منقطع إليه في جميع الأعمال ، وذكر الله حديثه في جميع المقال ، تارك اختياره إلى ذي الجلال ، نومه قليل ، وحزنه طويل، وبدنه نحيل ، وأنيسه المِلك الجليل، حسبنا الله ونعم الوكيل.

(حالة اهل الحقيقة مع الله، ص:٩٤و٩٥)

اے صاحب زادے! آج تم تصوف کا دعویٰ کرنے والوں کو دیکھ رہے ہو کہ اُن کی اکثریت زندیقوں، بے دینوں، جدت پسندوں اور آزاد خیالوں کی ہے، ان میں اکثر اول درجہ کے احمق اور جاہل ہیں۔ حیلہ تراشی، دھوکہ دہی اور دوسروں کو مرعوب کرنے کے لیے کرتب بازی میں بڑے تجربہ کار ہیں۔ صاحبِ صدق ووفا اور اہل حق سے حد درجہ بدظن رہتے ہیں۔

اہل تصوف کون ہیں؟ ان کی کما حقہ تعریف مشکل ہے۔ البتہ ان کی چند نشانیاں بیان کی جاتی ہیں، جن سے ان کو پہچاننا آسان ہو گا۔

"صوفی" وہ ہے جو اپنے اقوال وافعال، اپنی حرکات وسکنات کو نفس وخلق اور دنیا کے میل کچیل سے صاف اور اپنے جذبات وخیالات کو اغیار سے پاک رکھے۔ نفس کے ساتھ بے نفس اور مخلوق کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اُن سے بے تعلق رہے۔ قلب کے ساتھ بے التفات، حال کے ساتھ بے حال اور وقت کے ساتھ بے وقت رہے۔ احکام الٰہی پر عمل کرنے میں مستقل مزاج ہو۔ جلال وعظمت خداوندی کے سامنے نہایت ذلیل رہے۔ اغیار سے مستغنی ہوکر صرف ایک رب کا ہوکر رہے۔ دوری اور مہجوری کے خوف سے اس کا دل گھبراہٹ سے پُر رَہے۔ اپنے نفس کو خدمت خلق میں مصروف رکھے۔ اپنے قلب کو نورِ محبت سے روشن رکھے اور اپنی روح کو نور معرفت سے منور کرے۔

"صوفی" کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کا دل شوق کے بازؤوں سے پرواز کرتا ہو۔ اس کے تمام اعمال، کامل ادب اور حسنِ انتظام کے ساتھ راہ حق میں، حق کے ساتھ حق کے لیے ہوں اس طرح کہ وہ اچھے نتائج کے لیے سراپا انتظار بنا رہے۔ مخلوق سے یکسو ہوکر، خالق سے اپنی شدتِ محبت کے ساتھ لِقا کی لذت وحلاوت سے شاد کام ہوتا رہے۔ اللہ پاک کی طرف رجوع کرے، اسی پر اعتماد رکھے، اسی سے قرار پائے۔ اس کا دل چوکنّا، کلام آسمانی، علم ربّانی، ہِمّت ممتاز، عیش روحانی، سوچ نورانی اور اس کے تمام ارادے معبود حقیقی کی مرضی کے مطابق ہوں۔

"**صوفی**" وہ ہے جو سرّاً وعلانیۃً اللہ پاک کا شکر ادا کرتا رہے؛ تاکہ کفران نعمت کے ریگزاروں میں نہ بھٹکے۔ غفلت ونسیان کے ویرانے میں اوندھے منہ گرنے سے بچنے کے لیے ہمہ وقت اللہ جل شانہ کا ذکر کرتا رہے۔ کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ اللہ رب العزت اس کو دیکھ رہا ہے، اس لیے وہ اپنی نگاہ بلند رکھتا ہے اور رب کی طرف اپنی لَو لگائے رہتا ہے، عظمت الٰہی کے روبرو اپنے کو ہیچ اور لاشَے بنا دیتا ہے۔ اللہ رب العزت کے احسان و اکرام کے سمندر میں غوطہ زن رہتا ہے۔ عبادت الٰہی میں منہمک رہتا ہے مگر عبادات سے توقعات وابستہ نہیں رکھتا؛ بل کہ اس کی لَو معبود کی طرف لگی ہوتی ہے۔

"**صوفی**" مومنوں کے لیے متواضع رہتا ہے، اور جب تک اسے عفوو رِضوان کی بشارت نہ مل جائے ہمیشہ غم زدہ رہتا ہے۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے کیوں کہ اس کے سامنے اللہ رب العزت کا یہ فرمان پیش نظر ہوتا ہے: لم تقولون ما لا تفعلون۔ تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ تھوڑی نعمت پر شکر گزار اور سختی و شدت پر صابر رہتا ہے۔ اللہ رب العزت کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ ہمہ وقت دل کی بہتر نگہبانی کرتا ہے۔ نہ غیر اللہ سے ڈرتا ہے نہ ان سے کسی چیز کا امید وار ہوتا ہے، صرف اور صرف اللہ کا طلب گار رہتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ جلّ شانہ کے سِوا کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے، نہ نقصان، اللہ رب العزت ہی مصائب کا دور کرنے والا اور مراتب بلند فرمانے والا ہے۔ عزت وذلت عطا کرنے کا مالک وہی وحدہ لاشریک ہے۔

"**صوفی**" وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی سنت کا تابع دار ہو، آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ اور اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کا متبع ہو۔ عاقبت بد سے ڈرتا ہو۔ اگر لوگ تقدیر الٰہی پر راضی ہیں تو اُن سے تعلقات وابستہ رکھتا ہے اور اگر

وہ اپنی تدبیروں پر نازاں ہیں تو اُن سے قطع تعلق کرلیتا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کو حیا کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ فقر وفاقہ کے تخت پر آرام کرتا ہے۔ قُرب ومشاہدہ کے روشن دان سے نگاہ کو جگمگاتا ہے۔ اُلفت و محبت کے جام پیتا ہے۔ اکثر سکوت اختیار کرتا ہے۔ غصہ پی جاتا ہے۔ شہوت کو مغلوب رکھتا ہے۔ نفسانیت سے دور رہتا ہے۔ اپنی تمام تر راحت وآرام کو تج دیتا ہے؛ تاکہ اس کے اور حبیب کے درمیان حجاب نہ آئے۔ لوگوں کے درمیان سب سے اچھے کردار کا حامل، سب سے سچا، زیادہ دانش منداور بہت زیادہ مروّت کرنے والا ہوتا ہے۔ دنیا کو عبرت اور نفس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آخرت کو خوش آئند نظر سے دیکھتا ہے۔ اپنے رب سے کرم کی آس لگائے رہتا ہے۔

"صوفی" استقامت علی الشریعۃ میں اس مضبوط پہاڑ کی مانند ہوتا ہے کہ طوفانی ہوائیں بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ دوسروں کی چیزوں پر نظر نہیں کرتا اور جو اُس کی ہیں اُن پر فریفتہ نہیں ہوتا۔ مخلوق کی غلامی سے نکل کر مولیٰ کی غلامی میں لگ جاتا ہے۔ اس کا نفس گناہ وخطا سے پاک اور قلب، سہو و غفلت سے صاف رہتا ہے۔ اس کی غذا بیماروں کے مثل اور اُس کی آہ وزاری بیواؤں کی طرح ہوتی ہے۔ اس کے دل کو سوائے ذکرِ خدا کے قرار نہیں ملتا۔ وہ رب سے ہی حاجتیں طلب کرتا ہے۔ اللہ ہی کا شکر ادا کرتا ہے۔ تمام احوال واعمال میں خدائے وحدہ لاشریک سے ہی لو لگاتا ہے۔ اس کی صحبت سے ذکر الٰہی کی لذت میسّر آتی ہے۔ بہت کم سوتا ہے۔ اس کا غم طویل اور جسم لاغر ہوتا ہے۔ اپنا انیس و حبیب صرف اللہ رب العزت کی ذات کو سمجھتا ہے اور بلاشبہ رب قدیر ہی ہمارے لیے نعم الوکیل ہے۔

کیا صوفی کے لیے کرامت ضروری ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مومن کی سب سے بڑی کرامت، دین متین پر استقامت ہے۔ اور اِس کا مرتبہ، کرامت سے بھی بلند وبرتر ہے؛ لیکن اس کے باوجود یہ بھی ایک غیر انکاری حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت اپنے مقرب اور محبوب بندوں کے ہاتھوں خوارقِ عادات امور کا اظہار فرماتا ہے؛ تاکہ عند اللہ اُن کے مقبول ومحبوب ہونے پر دلیل وحجت ہو اور عوام الناس میں اُن کے علوّ مرتبت وعظمت کا سبب ہو۔ تمام علماے اہل سنت وجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالی کے ولیوں کی کرامات حق ہیں اور قرآن وسنت میں اس کا واضح ثبوت بھی ہے۔

قطب زماں، بقیۃ السلف، صدر العلما، خیر الاذکیا، حضرت علامہ الحاج **محمد احمد مصباحی** دام ظلہ العالی، ناظم تعلیمات :الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اپنی مثالی تصنیف "امام احمد رضا اور تصوف" میں اس سلسلے میں بڑی نفیس اور عمدہ بات تحریر کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"ہر صوفی کامل درجۂ ولایت پر فائض ہوتا ہے۔ اور ہر صوفی، کامل ضرور ہوتا ہے۔ ولی کون ہے ؟ اس کی تعریف میں بہت سے اقوال ہیں، لیکن قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: الذین آمنوا وکانوا یتقون ۔ اولیا اللہ وہ ہیں جو ایمان اور تقویٰ کے کمال سے سرفراز ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ولایت کے لیے کرامت لازم ہے، مگر کرامت دو

طرح کی ہے: **ایک** وہ جس میں کسی دھوکے کا دخل نہیں ہو سکتا۔ **دوسری** وہ جس میں استدراج اور شعبدہ کا شبہہ ہو سکتا ہے۔ تو اصل کرامت وہی ہے جو شبہہ سے پاک ہو؛ اسی لیے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كرامة الولي استقامة فعله على قانون قول النبي ﷺ.

ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل، نبی ﷺ کے قول کے قانون پر ٹھیک اُترے۔

حضرت شیخ اکبر، محی الدین محمد ابن العربی قدس سرہ فرماتے ہیں:

ایک کرامت تو حِسّی ہوتی ہے، جسے عوام بھی جانتے ہیں، جیسے: ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا، گزشتہ و آئندہ حالات کی خبر دینا، سیکڑوں منزل بیک قدم طے کر لینا۔

دوسری کرامت معنوی ہوتی ہے، جسے صرف خواص پہچانتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اپنے نفس پر آداب شرعیہ کی حفاظت رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بری عادتوں سے بچنے کی توفیق پائے، تمام واجبات ٹھیک وقت سے ادا کرنے کا التزام رکھے۔ ان کرامتوں میں، مکر و استدراج کو دخل نہیں، اور وہ کرامتیں جنھیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکر نہاں کی مداخلت ہو سکتی ہے۔ کرامات معنویہ میں مکر و استدراج کی مداخلت نہیں۔ (فتوحات مکیہ ج ۲، ص: ۴۸۷۔ مقال عرفا، ص: ۲۷)

علمائے باطن کے ان ارشادات کی روشنی میں تصوف، صاحبِ تصوف، کرامت، صاحبِ کرامت اور ولی کا اجمالی نقشہ ذہن میں آجاتا ہے کہ اصل "تصوف" تصفیۂ قلب اور اتباع شریعت ہے۔ حقیقی اور اعلیٰ کرامت، شریعت پر استقامت ہے۔ سچا ولی وہی ہو گا جو سید الکونین کی اطاعت و پیروی میں سچا ہو۔

حضرت ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسالہ مبارکہ قشیریہ میں سیدی ابو العباس احمد بن محمد الآدمی، معاصر سیدنا جنید بغدادی قدس سرہما کا فرمان نقل کرتے ہیں:

"من ألزم نفسه آداب الشريعة نور الله قلبه بنور المعرفة ، ولا مقام أشرف من مقام متابعة الحبيب فى أوامره و أفعاله وأخلاقه ". (رساله قشيريه ، ص: ٣٠)

جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن کر دے گا۔ اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام، افعال، عادات، سب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا فرمان "رسالہ قشیریہ" میں یوں درج ہے:

"اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے ایسی کرامت دی گئی کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکے تو اُس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض و واجب، مکروہ و حرام اور محافظت حدود وآدابِ شریعت میں اُس کا حال کیسا ہے۔

(امام احمد رضا اور تصوف ۸،۷،٦)

تصوف کے اس اجمالی بیان سے معلوم ہوا کہ حقیقی صوفی وہ ہے جس کے اندر مندرجہ ذیل چیزیں لازمی حیثیت سے موجود ہوں۔

- اس کے دل میں صرف اللہ رب العزت کا خوف رچا بسا ہو اور وہ دنیا کی کسی بھی طاقت سے خوف نہ کھاتا ہو۔
- حق تعالیٰ کے ساتھ کسی غرض کے بغیر اس کا تعلق کا ہو۔
- اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی سچی اور پکی محبت ہو کہ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کے آئینے میں گزرتا ہو۔ یعنی ہر

حال، ہر جگہ اور ہر وقت آداب شریعت کو اپنے اوپر لازم کرتا ہو۔

- اخلاق حسنہ اختیار کرنے اور اخلاق رذیلہ کو ترک کرنے کا عادی ہو۔
- اپنے اخلاق و معاملات کو صاف رکھے، ہر پہلو پر صفتِ صفا کو لازم رکھے۔
- علم و عمل کا پیکر ہو، خواہشات نفسانی سے اجتناب کرتا ہو۔
- سخاوت، رضا، صبر، مناجات، غربت، خرقہ پوشی، سیاحت و تجرد اور فقر کا التزام کرتا ہو۔
- آداب و قوانین شریعت پر عمل پیرا ہو اور قرب الٰہی کا طالب ہو۔
- حسن معاشرت، ایثار، خاموشی اختیار کرے یعنی بلا ضرورت کلام نہ کرے، اپنے عمل پر نظر نہ کرے اور عاجزی اختیار کرے۔
- اپنے مال کو ذخیرہ بنا کر نہ رکھے بل کہ اسے خلق خدا پر خرچ کرتا رہے۔
- تمام خوبیوں کے باوجود خود کو کمتر سمجھے۔
- اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ "تصوف" صرف باطنی کیفیات اور روحانی اقدار و اطوار کا مجموعہ نہیں بلکہ علمی، فکری، عملی، معاشرتی اور تہذیبی و عمرانی تمام جہتوں میں اخلاص و احسان کا نام تصوف ہے۔ **تصوف، شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ کر کوئی الگ نئی چیز نہیں ہے۔** (جیساکہ بعض خوارج الزام لگاتے ہیں) **بلکہ دین کی ظاہری شکل، شریعت اور باطنی حقیقت کا نام طریقت یا تصوف ہے۔ اور تصوف ہی وہ واحد طریقۂ تعلیم و تربیت ہے جو عملی طور پر اس مادیت زدہ ماحول میں بندے کا تعلق اپنے رب سے قائم و دائم رکھ سکتا ہے۔** یہ صوفیاے اسلام کا طریقہ ہے جو تمام شیطانی وسوسوں اور دنیاوی محبتوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

آیئے "تصوف" کی اس تفصیل کی روشنی میں سلطان العارفین، قطب

المشائخ، حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات پاک اور اُن کی مقدس تعلیمات کا مطالعہ کریں:

حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ، تصوف و معرفت اور شریعت وطریقت کا سنگم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل زندگی شریعت پر استقامت سے عبارت ہے۔ آپ کے ارشادات و فرمودات میں احسان و تزکیہ النفس کے بے شمار انمول موتی جگمگا رہے ہیں اور اس کے علاوہ بعطاے رب العزت آپ کے ہاتھوں کثرت سے کرامات کا اظہار بھی ہوا ہے۔ حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیماتِ تصوف سے متعلق گفتگو کرنے کے لیے اس رسالے کو تین ابواب میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ پھر ہر ایک پر الگ الگ شواہد پیش کرنے کی سعی کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[۱] **تصوف اعتقادی:** اس باب میں حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے قرآن وسنت سے ماخوذ وہ عقائد بیان کیے جائیں گے جو اہل تصوف اور عارفین و کاملین کا عقیدہ ہے۔

[۲] **تصوف عملی:** اس باب میں اولاً حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت علی الشریعۃ اور ان کے ورع و تقویٰ کا ذکر جمیل ہوگا، پھر اُن کی بعض کرامتوں کا ذکر خیر۔

[۳] **تصوف علمی:** اس باب میں حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اُن ارشاداتِ عالیہ کا بیان ہوگا جو آپ نے اہل تصوف و معرفت کے لیے گراں قدر حقائق و معارف اور نکاتِ تصوف واحسان کی صورت میں عطا کیے ہیں۔

باب اول: تصوف اعتقادی

اللہ عزوجل کے بارے میں حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدۂ تصوف

اولیاے کاملین اور اہل تصوف کا حال یہ ہے کہ اُن کے قلوب میں صرف اور صرف اللہ رب العزت کا خوف سمایا رہتا ہے، ان کی ساری توجہ اسی کے دربار عالی سے منسلک رہتی ہے، اللہ پاک کے بارے میں اہل صفا واحسان کا بعینہ وہی عقیدہ ہے جو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے۔ حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کچھ عقائد ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد فرماتے ہیں :

نزهوا الله عن سمات المحدثين وصفات المخلوقين وطهروا عقائدكم من تفسير معنى الاستواء في حقه تعالى بالاستقرار كاستواء الأجسام على الأجسام المستلزم للحلول تعالى الله عن ذلك وأياكم والقول بالفوقية والسفلية والمكان واليد والعين. (البرهان المويد،ص:٦)

اللہ تعالیٰ کو حادث اور مخلوق کی صفات سے پاک مانو اور اللہ تعالیٰ کے حق میں لفظ "استوا" کی توضیح ایسے استقرار کے ساتھ کرنے سے بچو جیسے اجسام کا اجسام

پر ٹھہرنا، کیونکہ ایسی توضیح سے اللہ تعالیٰ کے لئے (جسم اور پھر اس کا) حلول کرنا لازم آئے گا، (جب کہ اللہ رب العزت جسم سے پاک اور حلول سے بہت بالا ہے) اور سنو! اللہ تعالیٰ کے بارے میں اوپر، نیچے، مکان، ہاتھ اور آنکھ کی بات کہنے سے بچو۔

هو أقرب إليكم من حبل الوريد أحاط بكل شيءٍ علما الدين النصيحة إذا قلتم لا إله إلا الله فقولوها بالإخلاص الخالص من الغيرية ومن خطورات التشبيه والكيفية والتحتية والفوقية والبعدية والقربية.

(البرهان المويد، ص:۷)

اللہ رب العزت شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اس کا علم ہر شئ کو محیط ہے، دین نصیحت کا نام ہے، جب تم لا إله إلا الله کہو تو غیریت سے پاک اخلاص کے ساتھ اور تشبیہ، کیفیت، تحتیت، فوقیت، بُعدیت اور قُربیت کے باطل نظریات سے پاک اخلاص کے ساتھ کہو۔

احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك إذا سألت فاسأل الله وإذااستعنت فاستعن بالله واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيءٍ لم ينفعوك إلا بشيءٍ قد كتبه الله لك وإن اجتمعوا على أن يضروك بشيءٍ لم يضروك إلا بشيءٍ قد كتبه الله عليك رفعت الأقلام وجفت الصحف. (البرهان المويد، ص:۱۳)

اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، اور تم اس کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ پاؤ گے، اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو، اور جان لو کہ اگر سب

لوگ تمھیں نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے (تقدیر) کے علاوہ نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ تمھیں اللہ کے لکھے ہوئے کے علاوہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے، قلم اُٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔

والعزيز المقتدر واحد أظهر القدرة على أشباح متفرقة وهياكل متباينة ، وهو واحد في ذاته غير متحيز ولا منقسم ، ولا حال ولا متحد ، ولكن تجلى لعباده بأفعاله وقدرته ، وجعل إليه طرقا ، وللطرق أدلاء ، ولكل دليل آية مخصوصة، ولكل طريق باب مخصوص، وحجاب مضروب. (البرهان المويد،ص:٧٦)

زبردست غلبے اور قوت والا خدا ایک ہے، اس نے مختلف اجسام اور صورتوں کے ہاتھوں اپنی قدرت کا اظہار فرمایا، وہ اپنی ذات میں یکتا ہے، نہ کسی خاص جگہ میں محصور، نہ قابل تقسیم، نہ کسی چیز میں حلول کئے ہوئے ہے اور نہ کسی سے ملا ہوا ہے؛ لیکن وہ اپنی قدرت اور افعال کے ساتھ اپنے بندوں کے سامنے جلوہ فرما ہے، اس نے اپنی بارگاہ تک پہنچنے کے راستے بنائے ہیں، اور ہر راستے کے لیے رہ نما بھی مقرر فرما رکھے ہیں اور ہر رہ نما کے لیے ایک خاص نشانی اور ہر راستے کے لیے ایک خاص دروازہ اور ایک خاص پردہ بنایا۔

والله يا هذا ! ما ثم اتصال ولا انفصال ولا حلول ولا انتقال ولا حركة ولا زوال ولا مماسة ولا مجاورة ولا محاذاة ولا مقابلة ولامساواة ولا مماثلة ولا مجانسة ولا مشاكلة ولا تجسد ولا تصور ولا انفعال ولا تكون ولا

تغير ، كل هذه نعوت حدثك ، والحق سبحانه من وراء نعوتك وصفاتك ؛ إذ هي مبتدعاته ومخترعاته فكيف يظهر بها أو فيها أو عنها أو منها ، وبه ظهرت لا بها ظهر، وهو وراء الأشكال والمعاني والصور وما بطن فيها ولا ظهر ولا أدرك بالفكر ولا حصر في النظر ونطاق النطق يضيق عن الإفصاح بحقيقة الخبر .

(البرهان المو يد،ص:٦٨)

اللہ تعالیٰ سے قرب کے مقام پر نہ وصال ہے نہ جدائی ،نہ حلول ہے نہ انتقال ،نہ حرکت ہے نہ زوال،نہ چھونے کی گنجائش ہے نہ یہ پڑوس ہے، نہ کوئی آمنا سامنا ہے نہ مقابلہ،نہ برابری ہے نہ مماثلت،نہ جنس کی وحدت ہے نہ شکل ایک جیسی،جسم تصور اور اثر پذیری سے بالاتر ہے،نہ تغیر ہے نہ تبدیلی ،یہ تو سب تیرے حادث ہونے کی صفات ہیں اور اللہ رب العزت حدوث سے پاک ہے ،ساری چیزیں اسی کی پید اکردہ اور ایجاد ہیں،اسی کے حکم سے ہی سب وجود پاتے ہیں ،وہ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں ،اس کی ذات اشکال ، معانی اور صورتوں سے بالاتر ہے،اس تک نہ کسی کی سوچ پہنچی اور نہ ہی کسی نے نظر کے ذریعہ اس کا ادراک کیا ،زبانیں اس کی حقیقت بیان کرنے سے عاجز و قاصر ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے بارے میں عقیدہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کی محبت کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں ہماری اور ہمارے اعمال کی قبولیت کے لیے وسیلہ ہیں، اور یہی تمام صوفیہ کرام اور اربابِ سلوک و معرفت کا عقیدہ ہے۔ جیساکہ اپنی نصیحت میں فرماتے ہیں:

هذا سيد أهل المجد وأمجدهم وأعظمهم عند الله والناس، مولانا ووسيلتنا إلي ربنا ، وسيدنا محمد رسول الهادی صلى الله عليه وآله وسلم، بنى للمسلمين بيتَ مجد إلهي ديني ودنيوي، جمع بين شرفي المادة والمعنى ، ووفَّق بين عزمي الآخرة والأولى ، فانظروا كيف تخلُفوه في حفظ مجد هذا الدين المتين ، والكتاب المبين ، ابذلو الإعلاء كلمة مجده الرباني المحمدي الأموالَ والأنفسَ ، قفوا عند حده ، لاتنحطوا عن هذه الرتبة السعيدة ، فإن الانحطاط عنها مخالفة ، والله تعالى يقول: فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (النظام الخاص ،ص:۳۵)

تمام بزرگوں کے سردار، سب سے بزرگ ترین ہستی، اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ معظم، ہمارے آقا اور پروردگار عالم کے دربار میں ہمارا وسیلہ، رسولِ ہدایت سیدنا محمد ﷺ نے مسلمانوں کے لیے شرفِ الٰہی اور دینی، دنیاوی بزرگی کا ایک عظیم الشان محل تعمیر فرمایا، جس سے خدا کے یہاں بھی عزت ملتی

ہے اور دنیا و آخرت میں بھی۔ آپ ﷺ نے ظاہر و باطن کی شرافتوں کو جمع کر دیا، آخرت اور دنیا کی تمام عزتوں کو باہم ملا دیا ہے، پس سوچو کہ تم اس مضبوط دین اور روشن کتاب کی عزت محفوظ رکھنے میں آپ ﷺ کی خلافت کا حق کس طرح اور کتنا ادا کر رہے ہو۔ دوستو! اس ربانی اور محمدی شرف کا بول بالا کرنے کے لیے اپنی جان اور مال قربان کر دو، اس کی اصلی حد پر جمے رہو اور سعادت کے اس بلند مرتبہ سے تنزل اختیار نہ کرو؛ کیوں کہ اس سے اُتر کر پستی میں جانا، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا ہے اور مخالفتِ رسول ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو ڈرتا رہنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں نہ مبتلا ہو جائیں، یا اُن پر دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

عظموا شأن نبيكم ، هو البرزخ الوسط الفارق بين الخلق والحق ، عبد الله ، حبيب الله ، رسول الله ،أكمل خلق الله ، أفضلُ رُسلِ الله ، الدال على الله ، الداعي إلى الله ، المخبر عن الله ، الآخِذُ من الله ، باب الكل إلى الحضرة الرحمانية ، وسيلُة الكل إلى الحضيرة الصمدانية ، من اتصل به اتصل، ومن انفصل عنه انفصل ، قال عليه صلوات الله وتسليماته **(لا يؤمن أحدكم حتي يكون هواه تبعا لما جئت به).**

(البرهان االمو يد ،ص: ۸)

اپنے نبی ﷺ کے مرتبہ کو بہت بڑا سمجھو، آپ ہی مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہیں، آپ ہی نے خالق و مخلوق کا فرق بتایا، آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں، آپ ﷺ اللہ کے محبوب ہیں، اللہ کے رسول ہیں ﷺ ،

مخلوق الٰہی میں سب سے زیادہ کامل ہیں، اللہ کے پیغمبروں میں سب سے افضل ہیں، اللہ کی طرف راستہ بتلانے والے، اس کی طرف سب کو بلانے والے، اس کی خبریں سنانے والے، اور اس کی باتیں معلوم کرنے والے، آپ ہی سب کے لیے بارگاہ رحمانی کا دروازہ اور دربار صمدیت میں سب کا وسیلہ ہیں، جو آپ سے مِل گیا، اللہ سے مل گیا، اور جو آپ سے جدا ہوا، اللہ تعالیٰ سے جدا ہوا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُس کی خواہش اِس شریعت کے تابع نہ ہوجائے کہ جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

ارشاد فرماتے ہیں:

إذا طابت أنفسكم للحكمة ، فارفعوابها خواطركم إلى حكمة نبيكم صلى الله عليه وآله وسلم ، وإلى كلامِ ربكم جلَّ وعلا ، فإن طابت خواطركم بحكمة النبي عليه الصلاة والسلام ، وتنورت بكلامِ اللهِ ، فهي على هدىً ، وإن لم تطب بالحكمة النبوية وتشرف بنور القرآن فهي ضجيعة الشيطان، فتوبوا ، واستغفروا، وأقلعوا بالإنابة إلى ربكم.

(النظام الخاص،ص: ۳۰)

اگر تمھارے دل رسول ﷺ کی حکمت سے خوش ہوں اور اللہ کے کلام سے روشن ہوجائیں تو وہ ہدایت پر ہیں۔ اور اگر وہ حکمت نبویہ سے خوش نہ ہوں، قرآن کریم کے نور سے روشن نہ ہوں تو شیطان کی ساتھی ہیں، اس صورت میں تم کو توبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنا اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر کے گناہوں سے باز آجانا چاہیے۔

اہل بیت پاک، صحابہ کرام، تابعین اور اولیاے کاملین کے بارے میں عقیدہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اہل بیت پاک ،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ،تابعین کرام اور اولیاء اللہ سے محبت کرنے اور ان کے ذکر خیر سے اپنی دلوں کو آباد کرنے کا عقیدہ ہمیں عطا کیا ہے، جو قرآن وسنت کا عقیدہ اور اہل تصوف وسلوک کا معمول ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

أفضل الصحابة سيدنا أبو بكر الصديق رضي الله عنه ثم سيدناعمر الفاروق رضي الله عنه ثم سيدنا عثمان ذو النورين رضى الله عنه ثم سيدنا علي المرتضى كرم الله وجهه ورضي الله عنه والصحابة رضي الله عنهم كلهم على هدى - روي عنه أنه قال: أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم . يجب الإمساك عما شجر بينهم وذكر محاسنهم ومحبتهم والثناء عليهم رضي الله عنهم أجمعين فأحبوهم وتبركوا بذكرهم واعملوا على التخلق بأخلاقهم.

ونوروا كل قلب من قلوبكم بمحبة آله الكرام عليهم السلام فهم أنوار الوجود اللامعة وشموس السعود الطالعة قال تعالى(قل لا أسألكم عليه أجراً إلّا المودة فى القربى) وقال: (الله الله في أهل بيتي) من أراد الله به خيرا ألزمه وصية نبيه في آله فأحبهم واعتنى بشأنهم وعظمهم

وحماهم وصان حماهم وكان لهم مراعيا ولحقوق رسوله فيهم راعيا، المرء مع من أحب ومن أحب الله أحب رسول الله ومن أحب رسول الله أحب آل رسول الله ومن أحبهم كان معهم وهم مع أبيهم قدموهم ،عليكم ولا تقدموهم وأعينوهم وأكرموهم يعود خير ذلك عليكم .

الصقوا بأولياء الله. ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين آمنوا وكانوا يتقون

الولي من واد الله وآمن به واتقاه فلا تحادوا من واد الله. جاء في بعض الكتب الإلهية من آذى لى وليا فقد آذنته بالحرب، الله يغار لأوليايه ينتقم لهم ممن يؤذيهم ويكرمهم بصون محبيهم وعون من يلوذ فيهم، هم أخص المخاطبين بآية: نحن أولياؤكم فى الحياة الدنيا وفى الآخرة. عليكم بمحبتهم والتقرب إليهم تحصل لكم بهم البركة كونوا معهم: أولئك حزب الله ألا إن حزب الله هم المفلحون .

أي سادة! حدوا المراتب وإياكم والغلو أنزلوا الناس منازلهم. أشرف النوع الإنساني الأنبياء عليهم الصلاة والسلام وأشرف الأنبياء نبينا محمد وأشرف الخلق بعده آله وأصحابه وأشرف الخلق بعدهم التابعون أصحاب خير القرون . (البرهان المويد،ص: ۹و۱۰)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،ان کے بعد سیدنا عثمان ابن عفان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے۔ تمام صحابہ ہدایت پر ہیں۔کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جن کی بھی اقتداء کروگے کامیابی پاؤگے۔

تم پر لازم ہے کہ ان کے درمیان پیدا ہونے والی کشیدگیوں سے خاموشی اختیار کرو، ان کی محبت اور خوبیوں کا چرچا کرو، ان کا ذکر خیر کرو، اللہ رب العزت ان سب سے راضی ہوا، لہذا اُن سب سے محبت کرو، ان کا ذکر کرکے برکتیں لوٹو، اہم بات یہ ہے کہ اُن کے اخلاق اپنانے کی کوشش کرو۔

اپنے دلوں کو اہل بیت پاک کی محبت سے منور کرو، وہ کائنات کی تابندہ روشنیاں اور چمکتے دمکتے آفتاب ہیں، اللہ پاک کا ارشاد ہے: اے محبوب آپ فرمادو کہ اے لوگو! میں تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر یہ کہ میری اہل بیت سے محبت کرو۔اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: میرے اہل بیت کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔

سنو! اللہ رب العزت جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اپنے نبی ﷺ کی آل کے بارے میں اپنے نبی ﷺ کی وصیت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے، اور ایسا خوش بخت انسان اہل بیت کرام سے محبت کرتا ہے، ان کے مقام و مرتبہ کو دل میں بساتا ہے، ان کا احترام بجالاتا ہے، ان کی حُرمت کا دفاع کرتا ہے اور ان کا سپاہی بن کر زندگی گزارتا ہے۔انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی ہے، اور جس نے اللہ رب العزت سے سچی محبت کی وہ رسول کریم ﷺ سے بھی محبت کرے گا اور جس نے رسول گرامی وقار ﷺ سے محبت کی وہ اہل بیت کرام سے بھی محبت کرے گا، اور جو اہل بیت سے محبت کرے گا وہ بروزِ قیامت ان کے ساتھ ہوگا اور یہ سب سرکار کائنات ﷺ کے

ساتھ ہوں گے ،اس لیے تم ان کے پیچھے چلو،ان سے آگے نہ بڑھو،ان کی خدمت کرو،ان کا احترام کرو اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے محبت کا تعلق رکھو،کیوں کہ ان کے بارے میں اللہ پاک کا فرمان ہے: کہ اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی غم ،یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں ۔ یہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں،ان سے دشمنی اختیار نہ کرو، حدیث قدسی ہے: جس نے میرے کسی ولی کی دل آزاری کی اس کے خلاف میرا اِعلان جنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کی اہانت پر ناراض ہوتا ہے ،ان کی دل آزاری کرنے والوں کو سزا دیتا ہے ، اپنے ولیوں سے محبت کرنے والوں کی عزت افزائی فرماتا ہے اور انھیں اپنے حفظ وامان میں رکھتا ہے ، انھیں وسیلہ بنانے والوں کی مدد فرماتا ہے،انھی لوگوں کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

آپ سب پر اولیاے کرام کی محبت اور ان کی قربت لازم ہے تاکہ ان کے صدقے میں برکت حاصل ہو،اور سُنو! ان قدسی نفس حضرات کے ساتھ ہوجاؤ،ان کے بارے میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

یہ اللہ کی جماعت ہے اور اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

ایک دوسرے کے مراتب کا خیال کرو اور غلو سے بچو، بنی نوع انسان میں سب سے بلند مرتبہ نبیوں کا ہے اور ان میں سب سے افضل واعلیٰ رتبہ کے مالک ہمارے سرکار حضور احمد مختار ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی آل پاک اور صحابہ کرام کا مقام بلند ہے،ان کے بعد تابعین کرام کا مقام ہے جو خیر القرون کے لوگ ہیں۔

باب دوم: تصوف عملی

ایامِ طفولیت میں رنگِ تصوف

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ محترمہ کے شکم مبارک میں تھے اسی وقت آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے ماموں عارف باللہ شیخ منصور باز الاشہب بطائحی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں آپ کی ولادت کی بشارت دی۔ حضرت سید عزالدین رحمۃ اللہ علیہ "کتاب ارشاد المسلمین لطریقۃ شیخ المتقین" میں رقم فرماتے ہیں:

إن سيِّدَنا الشيخ منصور البطائيحى رأى رسول الله عليه اتم صلوات الله فى المنام قبل ولادة السيد أحمد بأربعين يوماً ، فقال عليه الصلوة والسلام : أبشرك يا منصور إن الله يعطي إلى أختك بعد أربعين يوماً ولداً اسمه أحمد الرفاعى ، مثل ما أنا راس الأنبياء فكذالك هو راس الأولياء ، وحين يكبر فخُذ واذهب به إلى الشيخ القارئ الواسطي واعطه له .

(ارشاد المسلمين لطريقة شيخ المتقين ،ص:۷)

ہمارے آقا سید منصور بطائیحی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیدار کیا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اے منصور! میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ اللہ رب العزت تمھاری بہن کو چالیس دن کے بعد ایک لڑکا عنایت فرمائے گا، اس کا نام احمد ہوگا، جس طرح میں تمام انبیا کا سردار ہوں اسی

طرح یہ تمام اولیا کا سردار ہوگا۔ جب یہ سنِ شعور کو پہنچ جائے تو اسے تربیت کے لیے شیخ قاری واسطی (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس لے جانا۔

آپ کو اللہ رب العزت نے پیدائشی ولی بنایا تھا؛ یہی وجہ ہے کہ شیر خواری کے عالم میں ہی آپ پر ولایت و تصوف کا رنگ ظاہر و باہر تھا، آپ کی بہن بیان فرماتی ہیں:

"میرے بھائی جس وقت شیر خوار تھے تو رمضان میں کبھی دن میں دودھ نہیں پیتے تھے، پہلے پہلے یہ خیال ہوا کہ شاید دودھ پلانے والی کو کوئی مرض ہو جس کی وجہ سے وہ دودھ نہ پیتے ہوں، دوسری عورت کو دیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا بھی دودھ نہیں پیا، اسی طرح چند عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی، مگر آپ نے کسی کا دودھ نہ پیا، ہاں مغرب کے بعد دودھ پینے لگے۔ (رموز الفقرا، ص:۵۱)

"رموز الفقرا" اور "المعارف المحمدیہ" میں ہے کہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب ذرا ہوشیار ہوئے تو اس وقت بھی آپ نے کبھی کھیل کود اور لہو لعب کی طرف رغبت نہ فرمائی؛ بل کہ اس زمانے میں بھی آپ خلق خدا کی خدمت کرتے اور لوگوں کے گھر پانی بھر دیا کرتے، یعنی اپنی کم سنی کے اعتبار سے جس طرح بھی ممکن ہوتا اللہ کے بندوں کی خدمت فرماتے۔

آپ نے کم عمری میں ہی قرآن پاک حفظ فرمالیا، اور بیس سال کی عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ، حدیث، تفسیر، فقہ، معانی، فلسفہ وغیرہ علوم مروجہ میں قابل فخر درجہ حاصل کر لیا۔ آپ کے استاذ محترم نے سند بھی عطا کر دی، اس کے بعد وہیں آپ نے درس و تدریس شروع فرمائی۔ لطف خداوندی اور طبیعت کے رجحان نے بہت جلد آپ کو اس فن کے کمال پر پہنچا دیا۔ (ملخصاً، رموز الفقرا، ص:۵۴)

حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اور خشیتِ الٰہی

ایک بندہ مومن کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ رب العزت کی مقدس ذات ہی شکر و سپاس کے لائق ہے ،اور اپنے دل میں اسی کا خوف رکھنا ، اسی کی ذات سے امید رکھنا ، اسی کو اپنا ماوی و ملجی سمجھنا عینِ ایمان ہے۔ ساری دنیا سے قطع تعلق کر کے بس اسی ذات واحد کا ہو کر رہ جانا ہی سعادت و فیروز مندی ہے ، جس کی ہر صفت یگانہ و بے مثال ہے۔ وہ اپنے جلال و کبریائی ،عظمت و بڑائی اور ہر خوبی میں اپنی مثال آپ ہے ۔مخلوق کی عقلیں اس کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہیں ۔ اس کے حضور سالکانِ راہِ طریقت و شریعت اور عارفانِ حقیقت و معرفت کا بس ایک ہی عقیدہ ہے : اے میرے مولیٰ ! ہم تیرے عاجز بندے ہیں ۔ہم تجھی سے مانگتے ہیں اور تیری ہی مدد چاہتے ہیں ۔ہم نے تجھی سے لو لگایا ہے ، تیرے ہی در پر سر جھکایا ہے ،ساری دنیا سے منہ موڑ کر بس ایک تیری ہی آرزو ہے ، تو راضی ہو گیا تو ہمیں سب کچھ مل گیا اور اگر تو ناراض ہو گیا تو ہم کہیں کے نہ رہے ۔اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

والذین آمنوا اشد حباً للہ (البقرہ)

اور وہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ،وہ اللہ کی محبت میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

” رَبِّ اجعَلنِی لَکَ شَکَّارًا، لَکَ ذَکَّارًا، لَکَ رَھَّابًا،

لَكَ مطواعًا ، لَكَ مُخبِتًا ،اِلَيكَ اَوَّاهًا مُنِيبًا ."

اے پالنہار !تو مجھے اپنا کثرت سے شکر گزار ،ذکر کرنے والا ،بہت ڈرنے والا ،نہایت فرماں بردار ،خوب اطاعت کرنے والا ،بہت عاجزی کرنے والا ،بہت گریہ وزاری کرنے والا اور تیری ہی جانب رجوع کرنے والا بنا دے۔(ترمذی شریف)

جب بندہ اپنے دل میں خوف خدا بسا کر اس کا ذکر کرے اور یہ کیفیت ہو جائے کہ اس کی زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے ،وہ تمام دنیوی محبتوں سے کنارا کش ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب جائے ،اُسی کو پکارے ،ہر شے سے کٹ کر اسی کا ہو جائے ،اسی سے خوف کرے اور اس کے رگ و ریشے میں اسی محبوب حقیقی کی یاد سما جائے تو اسے ذکر الٰہی کی ساری حلاوتیں اور برکتیں یوں نصیب ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب خاص سے نواز دے گا۔

صوفیۂ کرام کے نزدیک خوف الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ ہر وقت اور ہر حالت میں، اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے اپنے معبود حقیقی کو یاد رکھے اور اس کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو دم غافل سو دم کافر
سانوں مرشد اے پڑھایا ہو

انسان کا ایک ایک سانس اللہ تعالیٰ کی یاد میں صَرف ہو،اس کا ایک لمحہ بھی غفلت کی نذر نہ ہو؛ ورنہ کفر لازم آئے گا۔یہی سبق ہمیں مرشد کامل نے پڑھایا ہے۔

حضور سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کے ان مقرب بندوں میں سے ہیں جو خوف خدا اور تقویٰ کو اپنی زندگی کا اصل الاصول مانتے رہے ،ان کی مکمل حیاتِ طیبہ اس پر شاہد عدل ہے ،انھوں نے ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کیا ۔آپ

نے اپنے مریدین و متعلقین اور امت نبویہ ﷺ کو اس حوالے سے بڑی جامع نصیحتیں فرمائی ہیں: ان میں سے کچھ، بلا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں اور اپنی قسمت کو سنوارنے کا موقع فراہم کریں۔

حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نواسے حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ایک نصیحت میں فرماتے ہیں:

یا ابرهيم ! الفت وجهة قلبك عن غير ربك ؛ فإن الأغيار لايضرون ولاينفعون ، وقال : اِنَّ وَلِیِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ۔ (الوصايا للامام احمد الرفاعی .ص:١٥)

اے ابراہیم! اپنے دل کا رُخ غیر اللہ سے پھیر لو؛ اس لیے کہ نہ غیر اللہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اور اس آیت کو زبان پر رکھو: اِنَّ وَلِیِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ۔ یعنی بے شک میرا دوست صرف وہ اللہ ہے جس نے قرآن کریم نازل فرمایا اور وہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔

پند و نصائح کے جامع رسالے "**الحکم**" میں فرماتے ہیں:

أي أخي ! أوصيك بتقوى الله واتباع سنة رسوله صلى الله عليه وسلم ... الفقير إذا انتصر لنفسه تعب، وإذا سلَّم الأمر إلى اللهِ تعالى نصره من غير عشيرة ولا أهل.

(الحكم الرفاعی ،ص:٢)

اے بھائی! میں تجھے تقویٰ اور سنت نبوی ﷺ کی وصیت کرتا ہوں.... اگر فقیر اپنے مسائل، خود حل کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کو انجام تک پہنچانے سے عاجز و قاصر رہے گا، ہاں! اگر ان کو اللہ کے سپرد کردے گا تو ان کا حل اس طرح سے ہو جائے گا کہ نہ دوستوں کی ضرورت ہوگی اور نہ رشتہ داروں کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الزُهد أول قدم القاصدين إلى الله عز وجل ، وأساسه التقوى وهي خوف الله ، رأس الحكمة .(البرهان المو يد ، ص:٥)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ کا اردادہ کرنے والوں کا پہلا قدم زُہد ہے جس کی بنیاد تقویٰ ہے اور تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف اور دانائی کی انتہا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اطلبوا الله بقلوبكم ، هو أقرب إليكم من حبل الوريد ، أحاط بكل شيء علما. الدين النصيحة : إذا قلتم لا إله إلا الله ، فقولوها بالاخلاص الخالص من الغيرية ، ومن خطورات التشبيه والكيفية ، والتحتية والفوقية ، والبعدية والقربية ، وخذوا نتائج الأعمال بخالص النية.

(البرهان المو يد،ص:٧)

اللہ تعالیٰ کو دِلوں کی سچی لگن کے ساتھ تلاش کرو، وہ تمھاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ دین نصیحت کا نام ہے۔ جب تم لا إله إلا الله کہو تو غیریت سے پاک، اخلاص کے ساتھ کہو، نیز تشبیہ، کیفیت، تحتیت، فوقیت، بُعدیت اور قربیت کے باطل نظریات سے پاک اخلاص کے ساتھ کہو۔

ولی کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الولي من واد الله وآمن به واتقاه ، فلا تحادوا من واد الله". (البرهان المو يد،ص:٩)

ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے، اس پر ایمان لائے اور اس کے خوف کو اپنے دل و دماغ میں بسائے۔

من ازداد قربا ولم يزدد خوفا فهو ممكور.

(البرهان المويد،ص ١٤)

جو شخص اللہ کا قرب حاصل کرے اور اس کے دل میں خوف خدا کا اضافہ نہ تو وہ آزمائش کا شکار ہے۔

فرماتے ہیں:

المغبون من أنفق عمره في غير طاعة الله ، والزاهد من ترك كل شيء يشغل عن الله ، والمقبل من أقبل إلى الله ، وذو المروءة من لم ينزل بدون الله والقوي من استقوى بالله.

(البرهان المويد،ص:١٩)

جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں عمر بسر کی وہ خسارے میں ہے، اور زاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہر چیز کو چھوڑ دے، اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والا ہے وہی آگے بڑھنے والا ہے، اور جواں ہمت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

اپنے دل میں خوف خدا بسانے والے پر اللہ پاک کا بے حساب کرم ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

من يتق الله بحفظ السر عن آفات الالتفات إلى السوى يجعل له مخرجا من حجب الإبعاد ، ويرزقه المشاهدة والوصلة من حيث لا يحتسب.

(البرهان المويد،ص:١٩)

جو شخص اپنے باطن کو غیر اللہ سے محفوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دُوریوں سے نکلنے کی راہیں آسان فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنی ذات کے مشاہدے میں اور اپنی بارگاہ میں قرب کی نعمت سے یوں سرفراز فرماتا ہے کہ اس شخص کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

انسان اللہ کا بندہ ہے اور بندگی کی شان یہ ہے کہ ہمہ وقت اپنے آقا کو یاد رکھا جائے۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

واشكر الله على السراء والضراء ، واذكره في الشدة والرخاء ، وكن معه في الصحة والمرض، في بابه في السقم والعافية ، ولايدفعنك المرض والسقم عن الربوض ببابه سبحانه. (النظام الخاص،ص:١٨)

راحت اور تکلیف ہر حال میں اللہ کا شکر کرتا رہ! تنگی وفراخی ہر صورت میں اللہ ہی کو یاد رکھ! مرض اور صحت (ہر موقع) میں اللہ کے ساتھ رہ! بیماری اور تندرستی میں اللہ کے دروازہ پر پڑا رہ! کسی قسم کی بیماری اور کمزوری تجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دروازے پر جمار ہنے سے نہ ہٹانے پائے۔

امام رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں نے حضرت عبد الملک الخرنوتی سے گزارش کی، مجھے نصیحت فرمایئے! توآپ یوں لب کشا ہوئے:

ملتفت لا يصل ، ومشكك لا يفلح ، ومن لم يعرف من نفسه النقصان فكل أوقاته نقصان.

(البرهان المويد،ص:٣٣)

اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف ملتفت ہونے والا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں پہنچ سکتا اور شکی مزاج کبھی کامیاب نہیں ہوتا، اور جس شخص کو اپنے اندر کمی کا اندازہ اور علم نہ ہو اُس کے سب اوقات نقص اور کمی کا شکار ہیں۔

العالم العارف عظيم السياسة لنفسه بالمخافة من الله والمراقبة له. (البرهان المويد، ص:۳۳)

علم اور معرفت والا انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے لیے اپنے اوقات اور دل کی نگرانی کے ذریعے اپنے معاملات کو نہایت خوبی سے منضبط کرتا ہے۔

تقویٰ کی انوکھی مثال: علامہ ابن سبکی نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جلد چہارم میں آپ کے خادم خاص شیخ یعقوب ابن کراز سے منقول بڑا ہی نصیحت آموز واقعہ نقل فرمایا ہے کہ: شیخ یعقوب فرماتے ہیں:

اکابر شیوخ میں سے کوئی صاحب ایک مریض کو دعاے صحت کے لیے لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت دو چار دن متوجہ نہیں ہوئے، میں نے عرض کیا: اس مریض کے لیے دعا کیوں نہیں فرما رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اے یعقوب! عزت عزیز کی قسم میری ہر حاجت من جانب اللہ پوری ہوتی ہے، لیکن کسی بھی حاجت کی میں نے التجا نہیں کی، میں نے شفارشی انداز میں عرض کیا: کہ اس کے لیے دعاے صحت فرما دیجیے، ارشاد فرمایا: شفارش کرنا اور اس کا قبول ہونا، نہ یہ اکرام ہے نہ اعزاز، تم یہ چاہتے ہو کہ میں بے ادب ہو جاؤں کہ میرا، ارادہ کچھ ہو اور اللہ پاک کا منشا کچھ ہو، یعنی میں اس کی شفا چاہوں اور مالک الملک اس کو مریض رکھنا چاہے۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

﴿الاعراف،آیت ٥٤﴾

سُن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا ، بڑی برکت والا ہے اللّٰہ رب سارے جہان کا۔

اے یعقوب ! جب کوئی بندہ اپنی حاجت بر آری چاہتا ہے اور اس کی حاجت پوری کر دی جاتی ہے تو اس کے مرتبۂ تمکین میں کمی آجاتی ہے ، میں نے کہا کہ حضرت ! نمازوں کے بعد اور دیگر اوقات میں تو دعا فرماتے ہیں ؟ ارشاد فرمایا کہ: وہ تعبداً اور امتثالاً ہے ،حاجت برآری کی دعا اور اِن دعاؤں میں فرق ہے ، حاجت برآری کی دعا کے لیے شرطیں ہیں۔ خیر دوسرے دن وہ مریض شفایاب ہو گیا۔

اللہ کے نیک بندوں کی یہ شانِ بے نیازی ہے کہ وہ اللہ رب العزت پر کامل توکل رکھتے ہیں، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا جا رہا تھا، آپ کے پاس فرشتے تشریف لا کر آپ کی خواہش دریافت کرتے رہے مگر آپ علیہ السلام اُن سے یہی فرماتے رہے:

جانتا ہے وہ مرا ربِ جلیل
آگ میں پڑتا ہے اب اس کا خلیل

کچھ یہی حال سلطان العارفین حضرت سیدنا امام رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، آپ مرضیِ مولیٰ پر مکمل اعتماد و یقین کے ساتھ راضی تھے اور اپنے قال و حال سے " مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ " کے عقیدۂ اسلام سے سر مو اِنحراف کو راضی نہ تھے۔ سبحان اللہ ! ایسے ہوتے ہیں اللہ والے۔

خوف خدا کا فائدہ

خوف الٰہی تمام خوبیوں کا جامع اور جملہ بُرائیوں سے مانع ہے، اگر انسان کے اندر اللہ کا خوف جاں گزیں ہے تو پھر اُس کا ہر قدم، شرع کے مطابق ہی اُٹھے گا اور وہ تمام غیر شرعی امور سے اجتناب کرتا رہے گا، حضرت سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

من الخشية تكون المحاسبة ومن المحاسبة تكون المراقبة ومن المراقبة يكون دوام الشغل بالله ، فإن أغبط الناس في زماننا مؤمن عرف زمانه وحفظ لسانه ولزم شأنه وكان من الصالحين. (البرهان المو يد،ص:۳۳)

خدا کے خوف سے انسانی دل میں محاسبہ کا احساس پیدا ہوتا ہے اور محاسبہ سے مراقبہ کا احساس جنم لیتا ہے اور مراقبہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہمہ وقت مشغول رہنے کے راستے پر ڈالتا ہے، ہمارے زمانے میں وہ مومن انتہائی رشک کے قابل ہے جو اپنے زمانے کے احوال کو پہچانے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے کام سے کام رکھے، ایسا انسان صالحین میں سے ہو جائے گا۔

آپ کے ارشادات کے بحر زخار سے چُنے ہوئے یہ صرف چند موتی ہیں ،جن سے یہ پتا چلتا ہے کہ حضور سلطان العارفین سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ رب العزت کے ان عظیم المرتبت بندوں میں سے تھے جنھیں حقیقی معنوں میں اللہ پاک کا قرب حاصل تھا اور یہ اُن پاکیزہ طینت افراد میں شامل ہو گئے تھے جن کے بارے میں "گفتہ اُو گفتہ اللہ بود" کہا جاتا ہے۔ معرفت الٰہی کے بحر ناپیدا

کنار میں ایسے غوطہ زن ہوئے کہ بارگاہ الٰہی سے "معشوق اللہ" کا خطاب ملا۔ فنا فی اللہ کے اُس مقام پر پہنچ گئے کہ **حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان مبارک میں فرمایا:

"وہ خدائے تعالیٰ کا ایک بندہ ہے جو مقام عبدیت پر متمکّن ہے، اپنے مریدین کا نام بدبختوں کی فہرست سے مٹا کر سعادت مندوں، نصیبہ وروں کی فہرست میں لکھ دیتا ہے۔ (المعارف المحمدیہ)

حضرت سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہی جان ایمان ہے؛ بل کہ حقیقت یہ ہے کہ محبتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر خدا کی محبت بھی نامقبول ہے؛ کہ سب کچھ انھیں کے وسیلے سے ملا ہے، وہ نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا، وہ جہان کی جان ہیں اور جان ہی سے جہان کا وجود ہے۔ محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر نہ توحید کا کوئی دعویٰ مقبول، نہ اللہ سے محبت کا۔ خود اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ سچ کہا ہے۔ ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقه　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان ، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

حضرت سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے اور محبت کو قربتِ الٰہی کا ذریعہ یقین کیا، اسی محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوگوں کے دلوں میں بسایا، اور اپنے محبین و متبعین کو اسی کی تاکید فرمائی؛ کہ اس کے بغیر "تصوف"، تصوف نہیں رہبانیت اور بے دینی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذه الطريقة لاتورث عن الأب والجد ، إنما هي طريقة العمل والجد والوقوف عندالحد وذر الدموع على الخد، والأدب مع الله تعالى. ظن بعض الجهلة أن هذه الطريقة تنال بالقيل والقال، والدرهم والمال، وظواهر الأعمال، لا والله، إنما نيلها بالصدق والانكسار، والذل والافتقار وإتباع سنة النبي المختار. (الحكم الرفاعيه،ص:٨)

خدا کی معرفت موروثی نہیں؛ بل کہ اکتسابی ہے ،اور شب و روز کی گریہ وزاری اور ادب سے حاصل ہوتی ہے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مال اور ظاہری اعمال سے حاصل ہوسکتی ہے ،ان کا خیال غلط ہے ،کیوں کہ یہ صدق ، عاجزی، فقر اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔

ولی کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الولي من تمسك كل التمسك بأذيال النبي صلى الله عليه وسلم ورضي بالله وليا. من اعتصم بالله جل، ومن اعتمد على غير الله ذل، ومن استغنى بالأغيار قل، ومن اتبع غير طريق الرسول ضل. (الحکم الرفاعیہ، ص: ۱۱)

ولی وہ ہے جو جان و دل سے رسول کریم ﷺ کا دامن تھامے ہوئے ہو اور خدا سے راضی ہو، جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہی قابل احترام ہے اور جو اللہ کو چھوڑ کر غیر پر اعتماد کرتا ہے، ذلیل و رُسوا ہوتا ہے، اور جو نبی کریم ﷺ کے اُسوہ کو چھوڑ کر غیروں کا راستہ اپناتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی الفت و محبت کے حوالے سے آپ اپنی ہر مجلس میں شدید تاکید فرماتے چناں چہ ارشاد فرماتے ہیں:

اے مُحِبّ (محبت کرنے والے) اپنے نبی ﷺ کو تمام معاملات میں فیصل بنا۔ منصف بن، سرکش نہ بن اور نہ غلو کر۔ (مجالس رفاعیہ، ص: ۶۳)

وہ نبی ﷺ ہیں جن کی عظمت و بلندی کا قیاس ممکن نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی حدیں مقرر کی جا سکتی ہیں، اُن کے احسانات کے بادل ہم پر اور تم پر برس رہے ہیں اور اُن کی خوبیوں کے ثمرات ہمیں اور تمہیں اور تمام مسلمانوں کو پہنچ رہے ہیں۔ (ایضاً، ص: ۵۱)

اپنی اصلاح کے لیے تم اپنے نبی ہمارے سردار و پیشوا، رہنما و ذریعہ اور تقرب الی اللہ حضرت محمد ﷺ کی اتباع اور اُن کے نقش قدم پر چل کر میری مدد کرو، کیوں کہ انھوں نے ہی ہمارا تزکیہ کیا اور ہمیں کتاب و حکمت کی تعلیم دی اور وہ کچھ سکھایا جس سے ہم جہل کی تاریکی سے دور ہو گیے۔ (ایضاً، ص: ۵۳)

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے نواسے حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای ابراهيم ! لاتعمل بالهوىٰ وعليك بمتابعة النبي صلی اللہ علیہ وسلم فی الاقوال والافعال ، فان كل طريقة خالفت الشريعة زندقة. (الوصايا للامام احمد الرفاعی .ص:١٥)

بیٹے ابراہیم! خواہش نفسانی پر عمل مت کرنا، اقوال و افعال میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی تم پر واجب ہے؛ کیوں کہ شریعت کے خلاف ہر طریقہ بے دینی ہے۔

رموز الفقرا میں حضرت سید فقیر اللہ شاہ بخاری لکھتے ہیں:

اتباع رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ سختی سے پابند تھے اور اپنے خُدّام کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے، اگر کوئی شریعت کی پابندی سے گریز کرتا نظر آتا تو آپ منع فرماتے اور مسئلہ سے اس کو آگاہ کرتے اور فرماتے: جس نے لمحۂ واحد شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باہر قدم رکھا، ہلاک ہوا۔ (رموز الفقرا، ص:۵۵)

المعارف المحمدیہ کے مصنف حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

علم اور علما کی تعظیم کا حکم دیتے اور فرماتے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنے والے علما ہی حقیقت میں اولیاء اللہ اور مرشد ہیں۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اور ان کی سیرت پاک سے ذرہ برابر بھی منحرف نہ تھے، اسی وجہ سے آپ کو بلند و بالا مقام اور عظیم مرتبہ ملا۔

(المعارف المحمدیہ، ص:۳۱)

رسول اکرم ﷺ کی دست بوسی

سیدنا شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ جب آپ ۵۵۵ھ میں حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر مدینہ شریف روانہ ہوئے، قریب پہنچے تو اپنی سواری سے اتر گئے اور پیادہ پا وقار و عظمت کے ساتھ آہستہ قدم چلتے ہوئے حرم نبوی ﷺ تک تشریف لے گئے، اس وقت مدینہ منورہ میں عشاقان جمالِ محمدی ﷺ کی تعداد نوے ہزار سے زیادہ تھی۔ حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ حرم پاک نبوی میں داخل ہوئے، تمام زائرین اطراف و جوانب جمع تھے کہ آپ نے عشق و مستی کے عالم میں نبی پاک ﷺ پر درود و سلام کا نذرانہ اِن لفظوں میں پیش کیا: السلام علیك یا جدی! اور یہ رباعی پیش فرمائی:

فی حالة البعد روحی کنت أرسلها　　تقبل الأرض عنی فهی نائبتی

وهذه نوبة الاشباح قد حضرت　　فامدد یدیك لکی تحظی بها شفتی

ترجمہ: دوری کی حالت میں، میں اپنی روح کو بھیجتا تھا، تاکہ زمین بوسی میں میری نیابت کرے، اب جب کہ دولتِ وصل اصالۃً (بحالت جسمانی) حاصل ہے، تو آپ اپنا سیدھا ہاتھ دراز فرمائیے، تاکہ اسے بوسہ دے کر مجھے شرف حاصل ہو۔

ابھی حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پورے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ مزار پر انوار سے سرور کائنات، فخر موجودات، بعطائے الٰہی مالک کل کائنات ﷺ کا پر نور چمکتا ہوا، شمس و قمر کو ماند دیتا ہوا دست مبارک جلوہ افروز ہوا، حضرت سید رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر انتہائی ادب و احترام کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے مقدس ہاتھ کا بوسہ لیا۔ پھر دست پاک قبر شریف میں

مخفی ہوگیا۔اس وقت حاضرین میں بڑے بڑے مرتبہ والے مشائخ کرام اور اولیاے عظام بھی موجود تھے، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

حضرت عدی ابن مسافر الاموی، شیخ عبد الرزاق الحسینی، شیخ احمد زعفرانی، شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ خمیس، شیخ علی طبری، شیخ احمد بن محمود ربعی، شیخ احمد زاہد انصاری ابن شیخ منصور بطائحی، امیر اسد الدین، شیخ شریف حسن بن محمد حسینی، شیخ عبدالسمیع ہاشمی ،واسطی وغیرہ (علیهم الرحمة والرضوان) کے علاوہ حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی نوراللہ مرقدہ بھی موجود تھے۔

شیخ علی الواسطی، خلاصۃ الاکسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

صاحب طریق رفاعیہ سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قریب تر بیعت اور قریب ترین نسبت حاصل ہے ،کیوں کہ سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ اور لب ،بذات خود، بجسم خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اطہر و معطر کے لمس سے مشرف ہوئے ہیں۔اس شرف کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آج بھی جب آپ کے خاندان کے مرید وجد میں آکر ضرب لگاتے ہیں اور گرز و شمشیر اور سیخ وغیرہ آلات آہنی اپنے جسم پر مارتے ہیں ، بعض اوقات ان کے جسم سے خون بہنے لگتا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے کسی فرد یا کسی بالکل کم سن چھوٹے بچے ، یا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی خلیفہ، جس کو باقاعدہ طریقے سے خلافت حاصل ہو، کا لعاب دہن لگا دیا جاتا ہے ،اور لعاب دہن لگاتے ہی اس شخص کا خون بہنا بند ہو جاتا ہے ، اور اس کا جسم صحیح و سالم ہو جاتا ہے ،یہ فقط اور فقط نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست معنبر سے مس ہونے کا شرف حاصل ہونے کی وجہ سے ہے۔جس کی تاثیر آج بھی آپ کی اولاد میں موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز، فتاوی رضویہ جلد ۲۲، صفحہ ۳۷۷۔ ۳۷۷، میں سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شدید محبت کا واقعہ علامہ شہاب الدین خفاجی مصری، نسیم الریاض شفاء قاضی عیاض کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان الشيخ احمد بن الرفاعی كل عام يرسل مع الحجاج السلام علی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ، فلما زاره وقف تجاه مرقده وانشد:

فی حالة البعد روحی كنت ارسلها تقبل الارض عنی فهی نائبتی
وهذه نوبة الاشباح قد حضرت فامدد يدك لكی تحظی بها شفتی

فقيل : إن اليد الشريفة بدت له فقبلها ، فهنيئا له ثم هنيئا.

یعنی امام اجل قطب اکمل حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال حاجیوں کے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کر بھیجتے، جب خود حاضر آئے مزار اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کی:

"میں جب دور تھا تو اپنی روح بھیج دیتا کہ میری طرف سے زمین کو بوسہ دے تو وہ میری نائب تھی، اور اب باری بدن کی ہے؛ کہ جسم خود حاضر ہے، دست مبارک عطا ہو کہ میرے لب اسے بوسہ دے کر شرف حاصل کریں۔ کہا گیا کہ دست اقدس ان کے لیے ظاہر ہوا انھوں نے بوسہ دیا؛ تو بہت بہت مبارک ہو ان کو۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء، فصل و من اعظامہ واکبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دار الفکر بیروت ۳/ ۴۴۲)

آداب وارکانِ شریعت کا پاس ولحاظ

حضرت شیخ رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری مقدس زندگی، آداب شریعت کے پاس ولحاظ سے عبارت ہے، آپ اپنے متعلقین و متوسلین کو ہمیشہ احکام شرع کی پابندی اور قرآن کریم کی تلاوت کی تاکید کرتے اور فرماتے کہ بوقت تلاوت قرآن حکیم کے معانی پر غور کرو اور اسے دل نشیں کرو، خصوصًا تہجد کی نماز کی بے حد تاکید فرماتے، شکم سیر ہوکر کھانا کھانے سے منع فرماتے، زیادہ سونے سے بھی منع کرتے اور جو چیزیں شرعی طور پر مباح ہیں ان کو بھی کثرت سے استعمال کرنے سے روکتے۔ فرماتے ہیں:

ظاہر و باطن ہر طرح سے احکام و آداب شریعت کی پابندی رکھو، جو شخص ظاہر و باطن ہر لحاظ سے شریعت کا پابند ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سعادت و کامرانی نصیب ہوگی، اور اس کا مقصود وحصہ اللہ تعالیٰ سے ہے، اور جس کا مقصود وحصہ اللہ تعالیٰ سے ہو، وہی شخص ان لوگوں میں داخل ہوگا، جو اپنے قادر و مالک کے پاس مقام صدق میں بیٹھے ہوں گے۔

تم میں فقہا و علما بھی ہیں، تمھاری وعظ و درس کی مجالس ہیں کہ لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیتے ہو اور احکام شرع سکھاتے ہو ایسی چھلنی مت بنو کہ عمدہ آٹا باہر نکال دے اور اپنے لیے بھوسی روک رکھے، تم اپنی زبان سے حکمت کی باتیں نکالتے ہو، مگر تمھارے دلوں میں حسد و بغض دبا ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تم پر مواخذہ ہوگا۔ أتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم۔ کیا لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟۔

(معدن الاسرار، امام الاولیا، ص: ۱۲۰)

تواضع وانکسار

جب انسان خوف الٰہی عزوجل، محبت رسول ﷺ اور آدابِ شریعت کا جامہ پہن لیتا ہے تو فطری طور پر اس کے اندر تواضع وانکسار کی صفت غالب آجاتی ہے اور اپنی منکسر المزاجی کے باوجود اللہ رب العزت کی عطا سے عوام وخواص کے قلوب میں جگہ بنا لیتا ہے۔ دراصل تواضع وانکسار اور بے نفسی، اولیاے کرام اور اصفیاے عظام کی خاص صفتوں میں سے ہے۔

نبی مکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس نے عاجزی اختیار کی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے سرفرازی سے نہ نوازا ہو۔ نیز فرمایا: کوئی بھی ایسا شخص نہیں جسے دو فرشتوں نے لگام سے تھام نہ رکھا ہو، جب وہ عاجزی کرتا ہے تو فرشتے عرض گزار ہوتے ہیں، الٰہی! اس نے تواضع اور انکسار کو اپنا لیا ہے، اسے سربلندی مرحمت فرما، تو اس کی لگام کو اوپر کی طرف اٹھا لیا جاتا ہے یعنی اسے سربلندی عطا کی جاتی ہے۔ اور اگر وہ تکبر وغرور سے کام لیتا ہے تو اسے سرنگوں اور ذلیل کر دیا جاتا ہے۔ (کیمیاے سعادت مترجم، ص:۶۱۰)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی بھیجی کہ تواضع کرو، یہاں تک کہ کوئی مسلمان دوسرے پر فخر نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ۔ رقم:۴۱۷۹)

حضرت سلطان العارفین سید کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پاک میں کبر ونخوت کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا؛ بل کہ آپ تواضع اور انکسار کے پیکر تھے اور اپنے چاہنے والوں سے بھی اسی کی آرزو رکھتے تھے۔ اور سچ پوچھیے تو یہ خانوادہ رسول کریم ﷺ کی امتیازی خصوصیت ہے۔

"تواضع اور انکسار" کی صفت آج بھی حضرت رفاعی رضی اللہ تعالیٰ کے خانوادے کے افراد میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ ارشادات رفاعی کی روشنی میں آپ اس صفت کا جلوہ دیکھیں اور اپنے اندر بھی اسے پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

شیخ عبدالرحمٰن شملہ اپنے مرشد، السید علی سے نقل فرماتے ہیں: کہ جب حضرت کی وفات کا وقت قریب آیا تو کچھ دن پہلے میں نے حضرت شیخ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کے بعد ہم کیا کریں؟ اور آپ ہمیں وراثت میں کیا عنایت فرماتے ہیں؟ آپ ہمیں کون سی اہم نصیحت فرماتے ہیں جو ہمارے لیے دارین میں سعادت بخش ہو۔

تو مولائی شیخ سیدی احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے علی! میری طرف سے لوگوں کو آگاہ کر دینا کہ احمد رفاعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی ساری حیات میں کوئی رات ایسی نہیں گزاری جس میں اپنی ذات کو خلق خدا سے برتر سمجھا ہو اور نہ اپنے آپ کو مخلوق سے علاحدہ تصور کیا، نہ اپنی ذات کی کوئی قدر و قیمت سمجھی، نہ مخلوق میں عزت و فضیلت حاصل کرنے کی تمنا کی۔

(شان رفاعی، ص:۳۹)

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

جو آدمیوں سے تواضع اور انکسار سے پیش آتا ہے وہ اسے عظمت اور رفعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور وہ ان میں خلائق میں عزیز اور مقبول ہو جاتا ہے۔

(شان رفاعی، ص:۴۶)

آپ نے اپنے خادم خاص شیخ یعقوب بن کراز سے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

اگر داہنے پانچ سو مقربین کھڑے مجھ پر دولت نچھاور اور عطر بیزی کر رہے ہوں اور بائیں پانچ سو حاسد کھڑے قینچیوں سے میرے جسم سے بوٹیاں لے رہے ہوں۔ حسب توفیق دونوں اپنے اپنے سلوک پر معمور ہیں، اس لیے دونوں میرے

نزدیک برابر ہیں، نہ یہ بلند مرتبہ، نہ وہ پست و ذلیل۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:
ترجمہ۔ گذرے امور پر ملال نہ ہو اور عطا فرمودہ چیزوں پر اترانا نہ ہو بخدا وہ اترانے اور اکڑنے والے کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔ (تذکرہ حضرت رفاعی، ص:۵۶،۵۷)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا:

ما تركت طريقا صعبا ولا مسلكا غضا إلا كشفت قناعه ورفعت بأكف عساكر الهمة ستره المسدول وشراعه ودخلت على الله من كل باب فرأيت على الكل ازدحاما عظيما ، فجئته من باب الذل والانكسار فرأيته خاليا ، فوصلت وحصلت مطلوبي ، والطلاب على الأبواب ، أعطاني ربي من فضله ومواهبه ما لا عين رأت ، ولا أذن سمعت، ولا خطر على قلب بشر من أهل هذا العصر. (البرهان المويد،ص:٥٠)

میں نے کوئی مشکل راستہ اور تنگ گزر گاہ نہیں چھوڑا، مگر اس کا پردہ کھول دیا، اور میں نے نعمت کے لشکروں کے ہاتھوں گرا ہوا پردہ اٹھا دیا، اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک ہر دروازے سے داخل ہونا چاہا، مگر ہر دروازے پر بہت زیادہ ہجوم پایا، تب میں ذلت و انکسار والے دروازے پر آیا، تو اسے خالی پایا، جہاں پہنچ کر میں نے اپنا مطلوب حاصل کر لیا، اور اللہ تعالیٰ کے طالب ابھی دروازوں پر تھے، میرے رب نے اپنے فضل و کرم سے وہ کچھ عطا فرمایا ہے جسے نہ کسی (عام) آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں خیال ہوا ــــــ

فرماتے ہیں:

من أحب الله علم نفسه التواضع وقطع عنها علائق الدنيا وآثر الله تعالى على جميع أحواله واشتغل بذكره ولم يترك لنفسه رغبة فيها سوى الله تعالى وقام بعبادته بحقائق

الأسرار وخلع المنابر والأسرة تواضعا لله وإن كانت يده طائلة إلى مثل ذلك وكان كمن قيل فيه:

ترك المنابر والسرير تواضعا　　　و له منابر لو يشاء و سرير

ولغيره يجبى الخراج و إنما　　　يجبى إليه محامد و أجور

(البرهان المويد، ص: ۳۵)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو عاجزی اور انکساری سکھاتا ہے اور اپنے دل سے دنیاوی علائق کی محبت ختم کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنے تمام احوال میں ترجیح دیتا ہے اور اسی کی یاد میں مشغول رہتا ہے اور اپنے دل میں غیر اللہ کے لیے رغبت کو رہنے ہی نہیں دیتا اور چھپے ہوئے رازوں کی حقیقت کے ساتھ اس کی عبادت کرتا ہے، تواضع کے نقطہ نظر سے منبر و تخت دسترس میں ہوتے ہوئے بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس رباعی کا مصداق بن جاتا ہے:

ترك المنابر والسرير تواضعا　　　و له منابر لو يشاء و سرير

ولغيره يجبى الخراج و إنما　　　يجبى إليه محامد و أجور

اگر وہ چاہے تو اس کے لیے بہت سے منبر اور تخت ہو سکتے ہیں لیکن اس نے از راہ تواضع منبر و محراب کو چھوڑ دیا، اوروں کے لیے تو لگان آتا ہے، لیکن اس کے پاس تعریفیں آتی ہیں۔

مذکورہ بالا ارشادات، آپ کی زبان فیض سے نکلے ہوئے کلمات کا صرف ایک طائرانہ جائزہ ہے؛ ورنہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہر خطاب اور نصیحت میں تواضع اور انکسار کی خاص تاکید فرمائی ہے کہ یہی صاحبان طریقت و تصوف کا وہ عظیم کردار ہے جس کی بنا پر مخلوق خدا اُن سے قریب ہوتی رہی اور دولت اسلام سے مالا مال ہوتی رہی۔

اخلاق حسنہ اور حسن معاشرت

حضرت سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ میں اخلاق حسنہ اور حسن معاشرت کا عنصر بہت غالب نظر آتا ہے۔ اگر کسی بیمار کا حال سن لیتے تو وہ خواہ کتنی ہی دور کیوں نہ سکونت پذیر ہو، اس کی عیادت کے لیے ضرور جاتے، راستے میں جا کر اندھوں کی آمد کا اِنتظار کرتے کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں منزل تک پہنچائیں۔ کوئی بزرگ دیکھتے، انھیں اُن کے محلے تک پہنچا آتے، اور اہل محلہ کو نصیحت فرماتے کہ: میرے آقا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مقدس ہے:

من أكرم ذا شيبة يعني مسلماً سخر الله له من يكرمه عند شيبته.

یعنی جس نے کسی بوڑھے مسلمان کی خدمت وعزت کی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے اپنے بڑھاپے میں کسی کو اُس کا سہارا اور خدمتی بنادے گا۔

آپ فرماتے ہیں:

أفيضوا نفعَكُم على الخلق كلِّهم ، فإن المؤمن كلُّه بركةٌ ورحمةٌ ونفعٌ أينما كان. (النظام الخاص ،ص:٣٤)

اپنا فیض تمام مخلوق میں پھیلا دو، کیوں کہ مومن جہاں بھی رہے سراپا برکت ورحمت اور نفع ہی نفع ہے۔

خوش اخلاقی اور حسن معاشرت آدمی کا بہت عظیم سرمایہ ہے، یہ ایسی عظیم دولت ہے جو انسان کو مقام رفیع پر فائض کر دیتی ہے، آپ نے ایک موقع پر بڑی پیاری بات فرمائی:

خالقوا الناس بخلق حسن ، فإن الخُلق الحسن أفضل الأعمال ، يقال إذا لم تسع الناس بمالك فسع الناس بخلقك ، أحسن الحسن الخلق الحسن ، يبلغ صاحب الخلق الحسن رتبة الصائم القائم وهو على فراشه نائم ، لأن ذلك بعد المفروضات أفضل ما يتقرب به إلى الله تعالى ، إيش تنفع عبادتك وأنت مشمئز ؟كأنك تمن على الله يامسكين. (البرهان.ص:٤٧)

فرماتے ہیں: لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ؛ **کہ حسن خُلق تمام اعمال نافلہ سے افضل ہے۔** مثل مشہور ہے کہ: **اگر تم اپنے مال سے لوگوں کو آرام نہ دے سکو تو اپنے اخلاق ہی سے آرام پہنچاؤ۔** اچھے اخلاق والا اپنے بستر پر پڑا پڑا روزہ دار، تہجد گزار کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کیوں کہ فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ یہی ہے ۔جب لوگوں سے ملنے کے وقت تیرا دل گھٹا ہوا ہے تو عبادت سے تجھ کو کیا نفع ؟کیوں کہ تم اپنے کو دوسروں سے افضل سمجھتے ہو، جب ہی تو ہر شخص سے دل کھول کر نہیں ملتے۔

فرماتے ہیں:

وكن مع الخلق بالأدب، فإنه أدب مع الخالق.تُب بكليتك من رؤ ية نفسك ونسبك وأهلك ، فإن من أبطأ به عمله، لم يسرع به نسبه. (الحكم الرفاعيه،ص:٢٥)

مخلوق الٰہی سے باادب پیش آؤ، کیوں کہ آدمیوں سے باادب پیش آنا ایسا ہے جیسے خدا سے باادب پیش آنا، خود بینی اور حسب ونسب کے کبر وغرور سے توبہ کر، کیوں کہ اگر تو کسی عمل کے نہ کرنے کے سبب گرفتار ہوا تو تیرا نسب تجھے چھڑا نہ سکے گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حسن اخلاق کی بڑی جامع تعریف فرمائی۔ فرماتے ہیں:

اس دین کا نظام مکارم اخلاق کے ذریعہ درست رہا اور وہ چار ارکان پر قائم ہے:-

[۱] حقوق اللہ کو پورا کرنا۔ [۲] رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا پاس ولحاظ۔ [۳] نفس کو ہر اس چیز سے روکنا جس کی وجہ سے پوشیدگی اختیار کی جائے۔ [۴] اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا اور ان کے لیے ہر تکلیف دہ چیز سے باز رہنا، خواہ قولی ہو یا فعلی۔ (مجالس رفاعیہ، ص:۳۴)

تذکار انفع، ترجمہ اصول الاربع فی طریق الغوث الرفاعی الارفع میں حضرت سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہے۔ فرماتے ہیں:

تم سے جو آدمی زیادہ دانش مند ہے اس کی صحبت کے ادب کا خیال رکھنا خدمت ہے، اور جو آدمی تمھاری ہی طرح ہو اس کے ساتھ تواضع اور ایثار سے پیش آنا چاہیے، اور جو آدمی تم سے کم ہو اس پر شفقت رکھنا چاہیے اور اس کی تربیت اور نصیحت میں کوشش کرنا چاہیے۔ (تذکار انفع اردو، ص:۱۱۷)

اسی میں ایک جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد منقول ہے:

جو آدمی لوگوں سے سختی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اپنی دشمنی ان کے دل میں ڈالتا ہے اگرچہ وہ زبردست ہو۔ اور جو آدمی لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اپنی محبت ان کے دلوں میں ڈالتا ہے خواہ وہ بڑے مرتبے والا ہو یا چھوٹے مرتبے والا۔ (تذکار انفع اردو، ص:۱۱۸)

فرماتے ہیں:

مخلوق کے ساتھ نیک برتاو کروگے تو تم پر رحمت اترے گی، اور عارفین کی صحبت اختیار کروگے تو کامیابی پاؤگے اور علمائے ربانیین سے سوالات کروگے تو علم حاصل کروگے۔ (اولیاء اللہ کا حال، ص:۶۹)

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک

آپ کے حسن اخلاق کا عالم یہ تھا کہ انسان تو انسان جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا کرتے تھے۔ تذکرہ حضرت رفاعی میں "الدر المنظم" کے حوالے سے منقول ہے کہ:

ایک دن ایک بِلّی آپ کے دامن پر سوگئی ،اسی درمیان نماز کا وقت ہوگیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دامن کا اتنا حصہ چاک کردیا اور اس کو بے دار نہ ہونے دیا؛ کہ اسے تکلیف نہ ہو۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوکر تشریف لائے تو وہ جاگ چکی تھی۔ آپ نے چاک شدہ کپڑا پھر سے اپنے دامن سے سِل لیا۔

تذکرہ حضرت رفاعی میں "لواقح الانوار" کے حوالے سے منقول ہے:

ایک دن سردی کے موسم میں آپ نے وضو فرمایا اور دیر تک ہاتھ پھیلائے کھڑے رہے ،اتنے میں آپ کے خادم خاص شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے آکر آپ کی دست بوسی کی ،آپ نے فرمایا: اے یعقوب !تم نے اس ضعیف کو کیوں پریشان کیا ؟انھوں نے تعجب سے عرض کیا ! حضور کون ضعیف ؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

ایک مچھر میرے ہاتھ سے اپنا رزق کھا رہا تھا جو تمھاری دست بوسی کی وجہ سے اُڑ گیا۔

اسی کتاب میں شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت درج ہے کہ ایک دن

آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی سے مخاطب ہو کر معذرت پیش کر رہے تھے کہ، اے پیارے! مجھے تیرے بیٹھنے کا علم نہیں تھا، میں تجھے تیرے ہم جنسوں سے دور لے کر چلا آیا، دیکھا تو وہ ایک پتنگا تھا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کُرتے سے چمٹا ہوا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں ایک کُتّے کو خارش کی بیماری ہو گئی، جس سے سبھی لوگ نفرت کرتے تھے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کو جنگل لے گئے اور اس کی تیمار داری فرمائی، اس کے لیے سائبان تانا، روزانہ اس کے پاس جاتے، اس کو دوا لگاتے، چالیس روز بعد وہ ٹھیک ہو گیا تو آپ نے اسے گرم پانی سے نہلایا اور شہر لے آئے، لوگوں نے کہا کہ آپ نے اس کی خوب خدمت کی، تو آپ نے ارشاد فرمایا: میرے دل میں اللہ رب العزت کا خوف ہوا کہ کہیں وہ بروز قیامت مجھ سے اس کے بارے میں سوال نہ فرما لے، کہ کیا تو اس بات سے نہ ڈرا کہ کہیں تجھے بھی اس بیماری میں مبتلا نہ کر دیا جائے۔

سبحان اللہ! **اللہ والوں کی یہی امتیازی شان ہے جس کی وجہ سے مخلوق خدا اُن کی محبت میں دیوانی ہوئی جاتی ہے۔** آج ہمارا یہ حال ہے ہم اپنے بھائیوں سے بھی الفت و محبت کرنے سے کتراتے ہیں، اللہ رب العزت ہم سب کو صوفیہ کرام کے اخلاق حسنہ کو اپنا مشعل راہ بنانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

اخلاصِ نیت و عمل

مردِ مومن کا ہر عمل اخلاص پر مبنی ہونا چاہیے؛ کیوں کہ بغیر اخلاص کے بہتر سے بہتر عمل بھی بے کار اور اللہ و رسول کی بارگاہ میں مردود ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(الانعام: ۱۶۲)

(اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میری حیات، میری وفات، سب اللہ کے لیے ہے، جو سارے جہان کا پالنہار ہے۔

گویا اخلاص، تمام اعمال صالحہ کی جان ہے، بغیر اخلاص کے عمل ایسے ہی ہے جیسے جسم بغیر روح کے؛ اسی لیے تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

وہ تمھیں اس بات پر جانچے گا کہ تم میں حسنِ عمل والا کون ہے۔

یعنی اللہ رب العزت کے یہاں صرف عمل کی نہیں؛ بل کہ حسنِ عمل کی جانچ ہوگی اور قبر و حشر میں وہی اعمال مقبول ہوں گے جن میں اخلاص کا عنصر ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے: کہ اخلاص سے خالی عمل کرنے والے سے کہہ دو کہ بلا وجہ اپنے آپ کو نہ تھکائے؛ کیوں کہ **بغیر اخلاص کے عمل کرنے والے کی مثال اس مسافر کی طرح ہے جو اپنے زادِ راہ کی جگہ مٹی سے اپنی چادر بھر رہا ہو۔**

اسی لیے سلطان العارفین حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اخلاص کی سخت

تاکید فرماتے تھے۔ چناں چہ آیت قرآنی : اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

كن صوفيا صافيا ، ولا تكن صوفيا منافقا فتهلك ، التصوف :الإعراض عن غير الله ، وعدم شغل الفكر بذات الله، والتوكل على الله ، وإلقاء زمام الحال في باب التفويض، وانتظار فتح باب الكرم ، والاعتماد على فضل الله، والخوف من الله في كل الأوقات ، وحسن الظن به في جميع الحالات.

(البرهان المويد، ص: ٥٧)

اے میرے بیٹے ! سچا صوفی بن جا، ریاکار صوفی نہ بن؛ ورنہ ہلاک ہوجائے گا۔ تصوف نام ہے، غیر اللہ سے منہ موڑنے، سوچ کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول نہ کرنے اور اس پر بھروسہ کرنے ، اپنے حال کی باگ ڈور اس کے حوالے کردینے، رحمت کا دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے، فضل الٰہی پر اعتماد کرنے، اور ہر وقت اللہ رب العزت سے ڈرتے رہنے، تمام حالات میں اس کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا۔

ایک محفل میں اپنے سلسلے کا نشانِ امتیاز بیان کرتے ہوئے فرمایا :

"طريقنا طريق نقی وإخلاص فمن أدخل فی عمله الرياء والفجور فقد بعد عنا وخرج منا".

(مناقب الاقطاب الاربعه شیخ یونس بن اِبراهیم السامرائی)

یعنی ہمارا طریقہ مبنی بر اِخلاص، اور بالکل صاف و شفاف ہے، اس لیے جس کے عمل سے ریا و نمود اور فسق و فجور کی بو آنے لگے، اُس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس کا قدم ہمارے دائرہ طریق سے باہر نکل چکا ہے۔

ایک محفل میں ارشاد ہوا:

"طریقی دین بلا بدعة ، وهمة بلا کسل، وعمل بلا ریاء ، وقلب بلا شغل ، ونفس بلا شهوة ".

(مناقب الاقطاب الاربعه شیخ یونس بن اِبراهیم)

یعنی میرا طریقہ یہ ہے کہ دین میں بدعت کی آمیزش نہ ہو۔ ہمت، سستی پر غالب ہو۔ عمل ریا سے پاک ہو۔ قلب، دیگر مشغولیات سے آزاد ہو۔ اور نفس، شہوت کے بکھیڑوں سے دور ہو۔

امام اجلّ سیدی ابوالحسن علی بن یوسف نورالملۃ والدین لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز، بہجۃ الاسرار شریف میں فرماتے ہیں:

هٰذا الشیخ من أعیان مشایخ العراق ،وأجلاء العارفین، وعظماء المحققین ، وصدار المقربین ، صاحب المقامات العلیة ، والجلالة العظیمة ، والکرامات الجلیلة ، والأهوال السنیة ، والأفعال الخارقة ، والأنفاس الصادقة ، صاحب الفتح الموفق ، والکشف المشرق ، والقلب الانور ، والسر الظهر ، والقدر الاکبر.

حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن مشائخ واکابر عارفین واعاظم محققین وافسران مقربین سے ہیں جن کے مقامات، بلند اور عظمت رفیع اور کرامتیں جلیل اوراحوال روشن اورافعال خارق عادات اورانفاس سچے ،عجیب فتح اور چمکا دینے والے کشف اور نہایت نورانی دل اور ظاہر تر اور بزرگ تر مرتبہ والے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی مصطفی البابی مصر ص ۲۳۵)

خواہشاتِ نفسانی سے اِعراض اور محاسبۂ نفس

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی شخص کامیاب وکامران ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور نفسانی خواہشات کی اتباع وپیروی سے باز رہتا ہے؛ تاکہ بروز قیامت محاسبۂ الٰہی سے بچ سکے؛ کیوں کہ دنیا وآخرت کی سعادت ونیک بختی نفس کی تادیب واصلاح اور تزکیہ وتطہیر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۔ (الشمس: ۹/۱۰)

بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

حضرت ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”دانش مند آدمی وہی ہے جو اپنا محاسبہ کرتا رہے اور آخرت میں کام دینے والے اعمال کرے اور عاجز (بے وقوف) وہ ہے جو اپنے آپ کو اپنی خواہشات کا تابع اور غلام بنالے اور اللہ تعالیٰ سے (بھلائی کی) امیدیں باندھے۔

ایک مرد مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے اعمال کا جائزہ لیتا رہے کہ اس نے اپنے رب کی رضا کے لیے کیا کیا؟ فرائض کی ادائگی کی یا نہیں، اگر فرائض میں کوتاہی کی ہے، تو اپنے نفس کو ملامت کرے اور اس کی تلافی کی کوشش کرے، اگر اس سے سنتوں اور نوافل میں کوتاہی ہو رہی ہے، تو اسے دور کرے، اگر

معاشرتی معاملات اچھے نہیں ہیں تو انھیں درست اور پاکیزہ کرلے، اگر گناہوں کا دلدادہ ہے تو توبہ، ندامت، انابت اور استغفار کے ذریعہ اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ (سورۃ الحشر، آیت : ۱۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمھارے اُن سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

آپ کے مربی اور استاذ حضرت شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

السید احمد سلك الی الله طریقاً اقعب به السالکین واخرس السنته المتکلمین واقعر فی دیوان التفتیش المحمدی اهل الدعویٰ اذل نفسه فعز واخرها فتقدم وطمس انانیته استراق النفس والسمح فصار نورا یستضاء به وجبلا ابلق یلتجاء الیه وانه لوجیه الوجه عند الله ورسوله نحن اشیاخه بالاسم وهو شیخنا الوقت بالحکم. (المجالس الرفاعیه،ص: ۲۳)

سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے طریق الی اللہ کے لیے ایسا راستہ اپنایا ہے کہ سالکین اُس پر چلنا چاہیں تو عاجز رہ جائیں، اس راستے کی وضاحت کرنا چاہیں تو اُن کی زبانیں ساتھ نہ دیں، انھوں نے اپنے نفس کو تواضع و انکسار کا پیکر بنایا تو اللہ رب العزت

نے ان کو معزز و مکرم کر دیا، انھوں اپنے نفس کو موخر کیا تو پروردگار عالم نے اسے مقدم فرمادیا، انھوں نے اپنی انانیت کو کچل دیا تو رب تعالیٰ نے ان کو ایسا منور کر دیا کہ دوسرے لوگ نور پا رہے ہیں، اللہ پاک نے آپ کو ایسا پہاڑ بنایا کہ لوگ اس کی پناہ لے رہے ہیں، آپ، اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک بڑے وجاہت و مرتبت والے ہیں، ہم بظاہر ان کے شیخ ہیں؛ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارے شیخ ہیں۔

نفس کی پیروی کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، جیسا کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

جو آدمی نفس کی پیروی کر کے خدا سے منھ پھیر تا ہے وہ باطل کی طرف مائل ہوتا ہے اور احمق کے لیے دوا نہیں، اور حق کو کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے، مغرور کی صحبت میں فائدہ نہیں اور مکار آدمی کے اقرار میں وفا نہیں اور غافل آدمی کے دل میں نور نہیں اور عہد شکن میں ایمان نہیں۔ (تذکار انفع اردو، ص:۱۱۸)

حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ قرآن وحدیث سے ماخوذ، نفسانی خواہشات پر کنٹرول کرنے کا بڑا عمدہ طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وأحذركم أوصافًا وخصالاً، إياكم إياكم والاتصاف بشيء منها ، فإنها السم الناقع .أوصيكم بتقوى الله والتباعد عن الخصال المذكورة ، وهي :

الحسد: وهو: إرادة زوال نعم المحسود.

والكبر: وهو أن يرى المرء نفسه خيرا من غيره.

والكذب: وهو اختلاق كلام على خلاف الواقع، وهو قول قبيح عار عن صفة المنفعة.

والغيبة: وهي بيان خبث البشرية .

والحرص: وهو عدم الشبع من الدنيا.

والغضب : وهو غليان الدم لإرادة الانتقام.

والرياء: وهو الاستبشار برؤية الأغيار.

والظلم: وهو متابعة النفس على ماتشتهيه.

وأقول لكم : كونوا دائما بين الخوف والرجاء .

فالخوف : أن يخاف القلب من الله لما علم من ذنوبه.

والرجاء : سكون الفؤاد بحسن الوعد ، وأديموا تصفية الروح بالرياضة، وهي : استبدال الحالة المذمومة بالحالة المحمودة. (البرهان المويد،ص: ۴۳)

میں تمھیں بعض اوصاف سے آگاہ کرتا ہوں، ان میں ملوث ہونے سے بچتے رہنا، یہ زہر قاتل ہے۔ میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، اور ان بری باتوں سے دور رہنا:

حسد : جس میں محسود کی نعمتیں چھن جانے کی خواہش کی جائے۔

تکبر : جس میں انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھے۔

جھوٹ : یعنی خلاف واقع بات بنانا اور بے فائدہ طور پر بری اور غلط بات کرنا

غیبت : یعنی کسی انسان کا بشری عیب بیان کرنا۔

حرص : یعنی دنیا سے سیراب نہ ہونا۔

غضب : یعنی انتقام کے ارادے سے خون کھولانا۔

ریا : یعنی اس بات پر خوش ہونا کہ دوسرے اس کے اعمال دیکھ رہے ہیں۔

ظلم : خواہشات کے لیے نفسانی اطاعت۔

اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف و امید کے درمیان رہو۔ خوف کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گناہوں کے سبب اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور امید کا مفہوم یہ کہ اللہ رب العزت کے وعدہ کی خوبی یاد کر کے دل کو سکون پہنچاؤ اور ہمیشہ عبادت وریاضت کے ذریعہ روح کی پاکیزگی کا سامان کرو۔ اور روح کی پاکیزگی کا مطلب یہ ہے کہ قابل مذمت حالت کو قابل تعریف حالت میں تبدیل کرو۔

ایک نصیحت میں فرماتے ہیں:

اگر تم اپنے نفس پر غالب آگئے اور اسے سیکھ لینے کا پابند کر لیا اور اقتدا کی چھری سے اس کی خواہش کو ذبح کر دیا اور اپنے علم و فضل اور حسب و نسب اور مال و حال سے نظریں ہٹا کر حکمت حاصل کی تو تم نے عظیم کامرانی حاصل کی۔ اور جس نے ہر گھڑی اپنے نفس کا محاسبہ نہ کیا اور اسے مطعون نہ کیا، ہمارے دفتر میں اس کا نام مَردوں میں نہیں لکھا گیا۔ (معدن الاسرار، ص:۱۱۹)

فرماتے ہیں:

سفَّه قوم طريق الاعتبارِ لغلبة الطبع فانحجبوا بظلمات الهوى وكثافة الضلال ، وسفَّهوا أهل النظرِ

الصحیحِ جهلاً منهم هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ۔
(النظام الخاص ، ص۳۱)

بہت سے لوگ طبیعتِ (حیوانیہ) سے مغلوب ہوکر اعتبار کے راستے سے بھٹک گئے ،اس لیے خواہش نفس کی ظلمتوں اور گمراہی کے موٹے پردوں میں اُلجھ کر رہ گئے اور اپنی جہالت کی بنا پر صحیح نظر والوں کو بے وقوف بنانے لگے۔ حالاں کہ وہ خود بے وقوف ہیں، مگر ان کو اپنی حماقت کا پتا نہیں۔

والنفس يطيب لها كلّ حال أخذ بها إلى الهدأة، وجمع الحال ، وحضور الهمة كيف كانت ، و يصعب عليها كلّ حال يجرها إلى الاستفزاز بطارق التسخط ، ويوردها حوض شتات جمعها ، و يغلب حضورها. (النظام الخاص:۱۹)

اور نفس کو صرف وہی حالت بھلی لگتی ہے جس میں آرام ملے ،حواس سلامت رہیں، خواہ کیسی ہی حالت ہو۔ اوراس پر ایسی حالتیں شاق گزرتی ہیں جن سے ناگواری پیدا ہو ،پیر اُکھڑ جائیں ، مصائب کے حوض میں اُترنا پڑے ،اور حواس سلامت نہ رہیں۔

اگر انسان کے اندر تین چیزیں ہیں تو یقیناً اس نے اپنے نفس کا محاسبہ کرلیا۔

ارشاد فرماتے ہیں:

هي كشجرة لها ثلاثة أغصان: توحيد وتجريد وتفريد ، فالتوحيد بمعنى الإقرار ، والتجريد بمعنى الإخلاص ، والتفريد بمعنى الانقطاع إليه بالكلية في كل حال ، وأول مدارج المعرفة

التوحيد ، وهو قطع الأنداد، والتجريد : وهوقطع الأسباب ، والتفريد : وهو بمعنى الاتصال بلا سير ولا عين ولا دون ، ولهاخمس طرائق : أولها : الخشية في السر والعلانية ، والثانية : الانقياد له في العبودية ، والثالثة : الانقطاع إليه بالكلية ، والرابعة : الإخلاص له بالقول والفعل والنية ، والخامسة : المراقبة في كل خطرة ولحظة. (حالة اهل الحقيقة ،ص:۸)

یعنی معرفت ایسا درخت ہے جس کی تین شاخیں ہیں،ایک توحید کی ،دوسری تجرید کی اور تیسری تفرید کی۔ توحید سے مراد اقرار ہے اور تجرید، اخلاص کا نام ہے ،اور تفرید، سے مراد تخلیہ (مکمل یکسوئی) ہے۔ مدارجِ معرفت کا پہلا زینہ توحید ہے اور وہ یہ ہے کہ شرک سے انکار کیا جائے۔اس کے بعد تجرید ہے اور وہ یہ ہے کہ اسباب سے بے اعتنائی برتی جائے ،پھر تفرید ہے ،وہ یہ ہے کہ اعتقاد کے ساتھ وصل کی سعی و آرزو کی جائے۔ اس تیسری شاخ کے پانچ گوشے ہیں،**اول :** خشیت ،سراً وعلانیۃً۔ **دوم :** کسرِ نفسی کے ساتھ عبودیت۔ **سوم :** علائق سے انقطاع۔**چہارم :** قول وفعل اور نیت میں خلوص۔**پنجم :** ہمہ وقت مراقبۂ حق۔

آپ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کیا ،اُس کا شمار مَردوں میں نہیں کیا جاتا:

اى اخى ! إن غلبت نفسك وألزمتها التعلم ، وذبحت الهوى بسكين الاقتداء ، وأخذ ت الحكمة غاضًا طرفك عن شرفك وعلمك وحسبك وأبيك ومالك وحالك ، فقد فزت

فوزاًعظیماً ، ومن لم یحاسب نفسه عن کل نفسٍ و یتهمها لم یثبت عندنا في دیوان الرجال. (البرهان المؤید، ص:۱۲)

اے میرے بھائی! اگر تو اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرلے اور اسے تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کردے ، خواہشات کو اتباع شریعت کی چھری سے ذبح کردے، اپنی عزت، اپنے علم، حسب ونسب، اپنی دولت اور اپنی روحانی کیفیات کو نظر انداز کرکے حکمت حاصل کرے تو بہت بڑی کامیابی پائے گا۔ یاد رکھو جس نے اپنے نفس کا سختی سے محاسبہ نہ کیا وہ ہمارے نزدیک مردوں میں شمار نہیں ہوتا۔

سخاوت اور فیاضی

اللہ رب العزت اپنے جس بندے کو سخاوت کی صفت عطا فرماتا ہے وہ دنیا کے اموال واسباب رکھتے ہوئے بھی اس سے بے نیاز رہتا ہے اور مال ودولت اس کو ضرر نہیں پہنچا پاتے ،کیوں کہ وہ مال کو اپنی ملکیت نہیں سمجھتا، وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اسے اللہ نے عطا کیا ہے ،اسی کا سب کچھ ہے ؛ اس لیے اسی کی راہ میں اوراسی کے بندوں پر خرچ کرنا ہی اس کا مقصد اصلی ہے ، اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں : سخاوت اور نیک خوئی ،دوایسی عادتیں ہیں جنھیں اللہ پاک محبوب رکھتا ہے، اور دو عادتیں ؛کنجوسی اور بدمزاجی کو ناپسند فرماتا ہے ۔ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا: میری امت کے ابدال نماز روزے کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے ؛ بل کہ سخاوت ،پاکیزگی قلب ،اور نصیحت ومہربانی کی وجہ سے جنت میں جائیں گے ۔

سخاوت، سالکینِ راہِ تصوف کا ایک فطری خاصّہ ہے وہ اپنے دروازے سے کبھی کسی کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے۔

تذکرہ حضرت رفاعی میں المجموعۃ الصغریٰ کے حوالے سے منقول ہے:

(آپ رحمۃ اللہ علیہ) سفید لباس زیب تن فرماتے، اُونی خُف (موزہ) بھی سفید ہی ہوتا تھا، عمامہ کبھی سفید ہوتا، گاہے سیاہ، چاول کی روٹی اور کبھی گیہوں کی بھونسی کی روٹی اور لنگر خانے کے دستر خوان کا بچا کھچا تناول فرماتے، چھنے آٹے کی روٹی کبھی کھانے کی نوبت نہیں آئی اور کھانے کا معمول صرف ایک روٹی تھا، ہمیشہ دستر خوان کے بچے ہوئے ٹکڑوں سے روزہ افطار کرتے، کھانے میں وہی دستر خوان کے سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر نوش فرماتے، **صبح و شام آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستر خوان پر کم و بیش بیس ہزار مہمان ہوتے، گاہے اُن کی تعداد لاکھ تک پہنچ جاتی، سب کی مہمانی فرماتے**، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جائداد اور آپ کے باغات، اُمرا و وُزرا اور حکّام کی جائدادوں سے کسی طرح کم نہ تھے، مگر سب خانقاہ پر وقف تھے، اُن کی آمدنی کو اپنی ذات پر کبھی خرچ نہ فرمایا، ان کے ذمہ دار، منتظمین بھی خدام ہی تھے، حساب، کتاب تک حضرت والا نہیں لیتے تھے۔　　(تذکرہ حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، ص:۱۱۴)

حضرت شیخ ابو زکریا یحیٰ ابن شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہما آپ کی سخاوت اور دریا دلی کا حسین واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے میں اُم عبیدہ حاضر ہوا، آپ کے ارد گرد ایک لاکھ زائرین جمع تھے، جن میں علما، عوام، اُمرا، شیوخ سب تھے، حضرت اُن سب کے قیام و طعام اور حسن سلوک کا اہتمام و انتظام فرماتے تھے۔

(المعارف المحمدیہ، ص:۴۵)

مخلوق خدا کی خدمت بہت عظیم عبادت ہے، حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

قوموا بقضاء حوائج خلق الله ما استطعتم ، فإن من قضى لأخيه المؤمن حاجة في الدنيا قضى الله له سبعين حاجة في الآخرة ، ارحموا عزيز قوم ذل ، وغني قوم افتقر ،أكثروا من الصدقة ، فإن الله يرفع بسببها البلاء، أكرموا الضيفان ، فإن ذلك كان من عبادته صلى الله عليه وسلم قبل أن يُكلَّف، خالقوا الناس بخلق حسن ، فإن الخلق الحسن أفضل الأعمال، يقال : إذا لم تسع الناس بمالك فسع الناس بخلقك ، أحسن الحسن الخلق الحسن . (البرهان : ص:٤٧)

یعنی جہاں تک ممکن ہو مخلوق خدا کی ضرورتیں پوری کرو؛ کیوں کہ جس نے دنیا میں اپنے مومن بھائی کی ایک ضرورت پوری کی اللہ رب العزت قیامت میں اس کی ستر[۷۰] ضرورتیں پوری فرمائے گا۔ کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہوگیا، یا کسی قوم کا امیر شخص مفلس ہوگیا تو اس پر خصوصی توجہ کیا کرو، صدقہ دیا کرو؛ کیوں کہ اللہ رب العزت اس سے بلاؤں کو ٹال دیتا ہے، مہمانوں کی خاطر داری کرو، کیوں کہ اعلان نبوت سے قبل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خاص عبادت تھی۔ لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی کا معاملہ کرو، یہ تمام نفلی عبادتوں سے افضل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر تم اپنے مال کے ذریعہ لوگوں کو راحت نہ پہنچا سکو تو اپنے اخلاق کے ذریعہ ہی سکون پہنچادو۔

صبر و شکر

آپ رحمۃ اللہ علیہ صبر و شکر کے پیکر تھے ،آپ پر احسانات الٰہی کی برسات ہوئی تو اللہ پاک کا شکر ادا کیا اور کبھی آزمائش میں گرفتار ہوئے تو صبر کو اپنا ساتھی بنالیا اور ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہے۔ اور اہل تصوف مقربان خدا کی یہی شان ہے کہ وہ کبھی بھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتے، خواہ اُن پر کیسی ہی آزمائش ہو، نہ کبھی دولت و ثروت کی فراوانی پر اِتراتے اور نہ غرہ کرتے، خواہ وہ کتنی کثیر ہو؛ بل کہ سب کو عنایات الٰہی اور امتحان مولیٰ سمجھ کر صبر و شکر کا دامن تھام کر "رضاے مولیٰ از ہمہ اولیٰ" کا ترانہ پڑھتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خطاب مبارک میں بڑی پیاری نصیحت فرمائی۔ ارشاد فرماتے ہیں:

أي سادة! ثلاثة لهم شفاعة – العالم – والخادم – والفقير الصابر.

أي سادة! خذوا كل وارد غيبي وحادث سماوي بالِبِشر والرحب، وكونوا راضين عن الله. (البرهان : ص:٤٧)

حضرات محترم! تین قسم کے لوگوں کو شفاعت کا مزدہ عطا کیا جائے گا۔ علم والا۔ خدمت خلق کرنے ولا۔ صبر کرنے والا فقیر۔

لہذا ! خزانۂ غیب سے جو خوشی ملے اور آسمان سے جو تکلیف نازل ہو، اسے خوش دلی سے قبول کرو، اور ہر حال میں اللہ سے راضی رہو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ شکر کی تعریف حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

الشكر ما قاله الجنيد رضي الله عنه ، وهو : أن لا يستعين العبد بنعمته تعالى على معصيته. الشكر: وقوف القلب على جادة الأدب مع المنعم ، الشكر أن يتقي العبد ربه حق تقاته ، وذلك أن يطاع فلا يعصى ، و يذكر فلا ينسى ، و يشكر فلا يكفر. الشكر اجتناب ما يغضب المنعم تعالى . الشكر رؤ ية المنعم لا رؤ ية النعمة. (البرهان.١٦)

شکر یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے۔ دل کا، نعمت عطا فرمانے والے کے ادب کی راہ میں کھڑا ہونا شکر ہے، شکر، یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے ایسا ڈرے جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور وہ اس طرح کہ رب کی اطاعت پوری کی جائے ، اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اور اس کو یوں یاد کیا جائے کہ بُھلایا نہ جائے، نعمتیں عطا کرنے والے رب کو ناراض کرنے والی چیزوں سے بچنے کا نام شکر ہے، نعمتیں عطا فرمانے والے کی ذات پر نظر رکھی جائے، نہ کہ نعمت پر، اس کا نام شکر ہے۔

انسان کس طرح شکر کا درجہ حاصل کر سکتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

اگر اس کو سرکشی پر آمادہ کرنے والی دولت و ثروت حاصل ہو، خدائی تقدیر کا دھکا یاد کر لے ، جس نے اس سے بھی دولت مندوں کو محتاج بنا دیا، لہذا اس کی قوت کے سامنے بے کس و بے چارہ ہو گیا، اور اگر وہ اطمینان و سکون کی زندگی گزار رہا ہو تو خدائی عظمت کے تصرف کو یاد کرے جس نے اس سے بھی زیادہ پُرسکون اور بے حد مطمئن لوگوں کے دل دَہلا دیے ، پھر اس نے غفلت کی کھوپڑی جھکا دی اور بخشش و کرم کی چوکھٹ پر پڑ گیا۔ اگر وہ بھاری مصیبت یا اندوہناک تنگ حالی میں مبتلا ہو تو اللہ کا لطف اور اس کی معجز نما نوازشات کو یاد کرے، اس لیے کی اس نے اُن لوگوں کی مصیبت دور کر دی ہے جو اس سے بھی

زیادہ بد نصیب ،اس سے بھی زیادہ تشویشناک حالات میں مبتلا، اس سے زیادہ تنگ حال و درماندہ تھے۔ (مجالس رفاعیہ، ص:۳۷)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

اور اگر مال ہو اُس وقت محتاجوں، فقیروں کی حالت پر نظر کرے اور اُن پر ترس کھائے، مہربانی کرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور اگر بے مایہ ہو تو اللہ کا شکر ادا کرے جس نے اس کو اور اس کے برتر کو ایک درجے میں رکھا اور اللہ سے حسن ظن رکھے ،وہ اس کو شکر گزار مال داروں کے ساتھ نعمت و آشائش میں ملادے گا جیسا کہ ان کو حکم میں ملا دیا۔ (مجالس رفاعیہ، ص:۳۸)

ایک بار ارشاد فرمایا:

علامة العاقل الصبر عند المحنة ، والتواضع عند السعة، والأخذ بالأحوط ، وطلب الباقي سبحانه وتعالى.

(الحكم الرفاعيه ،ص: ٥)

عاقل کی علامت محنت پر صبر کرنا ہے اور کشائش کے وقت تواضع کرنا ہے اور احتیاط پر عمل کرنا ہے اور خدائے سبحانہ کی جستجو کرنا ہے۔

فرماتے ہیں:

من ادرع بدرع الصبر سلم من سهام العجلة.

(الحكم الرفاعيه، ص: ٤)

جو آدمی صبر کی زرہ پہنتا ہے شتابی (جلدبازی) کے تیروں سے محفوظ رہتا ہے۔

ایک نصیحت میں فرماتے ہیں:

جان لو! عارفین وہ ہیں جو دنیاوی مصیبتوں کو من جانب اللہ سمجھ کر شہد، اور دنیاوی غموں کو میٹھی کھجور سمجھتے ہیں اور ان پر کبھی چیں بچیں نہیں ہوتے اور نہ حرف شکایت زبان پر لاتے ہیں۔ (اولیاء اللہ کا حال، ص:۲۲)

فقر و غنا

آپ رحمۃ اللہ علیہ بظاہر فقیر نہ تھے، اللہ رب العزت نے آپ کو بے پناہ دولت و ثروت سے نوازا تھا مگر اس کے باوجود کبھی آپ نے دولت کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی، بل کہ اُسے فی سبیل اللہ اور اللہ کے بندوں میں خرچ کرتے رہے، بے نیازی کا یہ عالم کہ کبھی دنیا اور دولت دنیا کی طرف ایک آنکھ اُٹھا کر بھی نظر نہ فرمائی؛ بل کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دولت کے صحیح استعمال کا ہمیں طریقہ بتادیا۔

"تذکرہ حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ" میں "المجالس الرفاعیہ" اور "المجموعۃ الصغریٰ" کے حوالے سے رقم ہے:

دنیا کو حقیر سمجھتے تھے، کسی درجہ میں بھی دنیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تعیش اور تکلف کی طرف متوجہ نہ کرسکی، مبتدعین پر نہایت سخت تھے، اہل حق کے لیے بہت ہی نرم مثل ابریشم، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا گفتار و کردار ایک تھا، آپ بادل کی طرح سراپا نافع تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اور کلام "للہ، فی اللہ" ہوتا تھا، مساکین، فقرا، ناداروں میں بیٹھنا پسند فرماتے تھے اور اُن کے درمیان اپنے لیے کوئی امتیاز گوارا نہ فرماتے، لنگر خانے تشریف لاتے اور خدام کی ہمت افزائی فرماتے، اور "للہ، فی اللہ" مہمانوں کی خدمت کرنے کی ترغیب دیتے اور فرماتے: شیطان کسی کام کو للہ، فی اللہ ہونے نہیں دیتا، ان مہمانوں سے خدا کے واسطے محبت کرو اور خدا واسطے ان کی خدمت کرو۔ (تذکرہ حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، ص:۱۱۴)

ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

آدمی کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی عقل تمام دنیا داروں، کسانوں، زمینداروں، بادشاہوں، تاجروں اور ان میں نچلے طبقے کے لوگوں کے مذاہب و مسالک کا احاطہ نہ کرلے، ساتھ ہی وہ اُن سے اور اُن کی دنیا سے بے رغبت و بے نیاز ہو، اگر دنیا ایک انڈے کی شکل میں اسے حاصل ہو جائے اور اس کی ملکیت بن جائے، پھر ہاتھ سے چھوٹ کر گر جائے اور ٹوٹ جائے اور اس طرح چلی جائے گویا کہ وہ کوئی چیز ہی نہ تھی، تو اس کی پرواہ نہ کرے اور نہ پریشان خاطر ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ اللہ غنی کا طالب اور اس پر ایمان رکھتا ہے، اور اپنے اقوال وافعال میں غرور نہ کرے۔ جب آدمی ان تمام اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرلے اس وقت ان لوگوں میں شمار ہو گا جو رحمت سے دور لوگوں کو قریب، اور بھکے، سر پھرے لوگوں کو حق کی طرف واپس لانے اور اہل غفلت کو ہوش میں لانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (مجالس رفاعیہ، ص: ۹۳)

ارشاد فرماتے ہیں:

والاستقامة وصف لا يشتمل عليه إلاّ رداءُ كلِّ عظيم، والعارف المحض يستقل الدنيا فلا يراها إلا دون شراك نعله ، و يستعظم الأشياءَ لموجدها فلا يرى إهمال شيءٍ ردًا بذلك الشيء إلى أصله. (النظام الخاص:۱۳)

استقامت ایسی چادر ہے جو کسی صاحب حوصلہ کے چادر میں لپٹی ہوتی ہے، عارف کامل دنیا کو اپنی جوتی کے تسمہ سے بھی کمتر خیال کرتا ہے، مگر اس کے پیدا کرنے والے کی وجہ سے ہر شے کی قدر کرتا ہے اور اصل حقیقت پر نظر رکھتے ہوئے کسی چیز کو بے کار نہیں تصور کرتا۔

قلت کلام اور خاموشی

قلتِ کلام اور خاموشی ایسی بہترین خصلت ہے جو انسان کو بہت ساری مصیبتوں سے نجات دیتی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے انسان بالکل خاموش ہی رہے، بل کہ اہل تصوف کی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ رب العزت نے زبان اس لیے عطا کی ہے کہ اُس سے ذکر خیر کیا جاے، زبان کھلے تو اُس پر اللہ ورسول کا ذکر ہو یا اچھی باتیں ہوں؛ ورنہ خاموش رہنا بہتر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مختلف مواقع پر زبان کی آفت سے باخبر کیا ہے۔ چند احادیث کا مجموعہ ملاحظہ کریں۔ ارشاد فرمایا:

جو خاموش رہا نجات پاگیا۔ جو شکم، زبان، شرمگاہ کے شر سے بچا لیا گیا وہ سب چیزوں سے محفوظ رہا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا میں تمھیں ایک بہت ہی آسان عبادت کی خبر نہ دے دوں! سنو وہ زبان کی خاموشی اور نیک خصلت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اس سے کہہ دو کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

نبی کریم ﷺ کے انھیں فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرت شیخ رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاموشی کو حرزِ جان بنایا، وہ بولتے تو ذکرِالٰہی کرتے، یا اللہ کے بندوں کو نصیحت فرماتے اور طلبہ کو کتاب و سنت کا درس دیتے، ورنہ خاموش رہتے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "لواقح" ص: ۱۲۳۔ پر فرماتے ہیں:

کان لا یتکلم الا یسیرا. آپ بہت ہی کم گفتگو فرماتے تھے۔

اگر کبھی آپ کو محسوس ہوتا کہ میں نے غیر ضروری کلام کر لیا ہے تو اس پر بہت دیر تک افسوس فرماتے تھے۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کا ایک واقعہ اپنی کتاب "الفتح المبین" میں درج فرمایا ہے۔

واقعہ یہ ہوا کہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا گذر چند لڑکوں پر ہوا جو آپس میں لڑ رہے تھے، آپ نے ان کے معاملے کا فیصلہ فرمادیا، انھیں میں سے ایک لڑکے کو مخاطب کر کے آپ نے دریافت فرمایا: تم کون ہو؟ اس لڑکے نے کہا: کیا فضول باتیں کرتے ہو؟ آپ اس کے جواب کو بار بار دہراتے تھے اور فرماتے کہ اے میرے بچے! تو نے مجھے ادب سکھا دیا۔ اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔

(الفتح المبین، ص:۱۴۰)

انسان کا کلام اس کی ذات کا آئینہ ہے، اور اس سے اس کے ظاہر و باطن کا پتا معلوم ہو جاتا ہے، اس لیے کوئی بات کہنے سے پہلے ہزار بار سوچ لینا چاہیے پھر اسے زبان پر لانا چاہیے، جیسا کہ حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

العالم العارف عظیم السیاسة لنفسه بالمخافة من الله

والمراقبة له وإذا أراد أن يتكلم بكلام اعتبره قبل أن يخرجه من فيه ، فإن رأى فيه صلاحا أخرجه وإلا ضم فمه عليه ؛ لما جاءت به الروايات : لسانك أسدك إن حرسته حرسك وإن أطلقته رفسك العارف كلامه ينقي الصدا وصمته يصرف الردى يأمر بالمعروف لأهله و ينهى عن المنكر وفعله.

(البرہان المو ید،ص:۳۳)

علم اور معرفت والا انسان اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے لیے اپنے اوقات اور دل کی نگرانی کے ذریعے اپنے معاملات کو نہایت خوبی سے منضبط کرتا ہے ،وہ جب بھی کوئی بات کہنے کا ارادہ کرتا ہے تو بولنے سے پہلے بات کو تولتا ہے، پھر اگر اس میں کچھ فائدہ دیکھتا ہے تو اسے زبان تک لے آتا ہے ورنہ خاموش رہتا ہے۔کیوں کہ روایات میں آیا ہے:

تیری زبان تیرا شیر ہے ،اگر تو نے اس کی حفاظت کی تو وہ تیری حفاظت کرے گا اور اگر تو نے اُسے کھلا چھوڑ دیا تو وہ تجھے پھاڑ کھائے گا۔اللہ تعالیٰ کی پہچان رکھنے والے شخص کی گفتگو دلوں کا زنگ دور کرتی ہے اور اس کی خاموشی تباہی کو ٹالتی ہے۔وہ ایسے لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے جو اس کے اہل ہیں اور انھیں بُرے کاموں کے قریب پھٹکنے سے بھی منع کرتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

الكلا م الذي ينطق به لسا نك و يأتي بمُركبه فمك آية قلبك، خزانة سرك ، مجموع شرائف عينيتك، موا د صفا تك،

نظم كلِّيا ت ذاتك ، أفرغت كلك فيه، بعد أن خرج من فيك، كُتِبَ عنك ، بل كتبك على الرقاع ، نقل عنك ، بل نَقَلك إلى الأسماع ، أطافك في الأفواه والصحاف ، أقامك في المجالس والدواوين ، أثبتك في العيون و القلوب.كُن شريف الكلمة ، شريف الهمة ، أخا الحكمة ، لا تمط نقاب الحكمة بالوهم وتعمل كالفيلسوف الذي جرد الحكمة عن شرفها ، إذ كساها باسم الفلسفة غير كسوتها.

(النظام الخاص ،ص:٩،٨)

یہ کلام جس سے تیری زبان چلتی ہے ،جسے ترکیب دے کر تو اپنے منہ سے نکالتا ہے ، تیرے دل کا آئینہ ، تیرے باطن کا خزانہ ، تیرے کمالات ذاتیہ کا مجموعہ ، تیری صفات کا مادہ ،اور تیری ذات کے مجموعے کو ایک لڑی میں پرونے والا ہے۔ جب تیرے منہ سے بات نکل گئی تو تو نے خود کو اس کے سانچے میں ڈھال لیا ، تیری بات لکھ لی گئی ، بل کہ تو کاغذوں پر لکھ لیا گیا ، صرف اتنا نہیں کہ تیری بات نقل کی گئی ؛ بل کہ اس نے تجھ کو بھی لوگوں کے کانوں تک پہنچا دیا ، صحیفوں میں گھما دیا ، مجلسوں اور دفتروں میں کھڑا کر دیا ، آنکھوں اور دلوں میں جما دیا۔ اس لیے شریف الکلام ، شریف الہمۃ ، اور صاحب حکمت بَن!

کبر و نخوت سے اعراض اور اپنے عمل پر نظر نہ کرنا

کبر و غرور اور خود کو ہی سب کچھ سمجھنا، اپنے اعمال پر غرہ کرنا، انسان کی وہ اخلاقی اور نفسیاتی بیماری ہے جو اسے احباب و اغیار سب سے الگ تھلگ کر دیتی ہے اور اس کا مریض خود کو اتنا بڑا بننے کی کوشش کرتا ہے کہ سب اسے حقیر اور چھوٹا سمجھنے لگتے ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے جو اپنے کو کمتر اور چھوٹا سمجھتا ہے، تواضع اور انکسار کی عادت اپناتا ہے، ہر چھوٹے بڑے کو عزت دیتا ہے وہ سب کی نظروں میں محبوب ہو جاتا ہے۔ دراصل بڑا وہی ہے جسے اللہ بڑا بنا دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال ہی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔ (صحیح مسلم۔ رقم: ۲۶۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر غرور ہو۔ وہ شخص دوزخ میں نہ جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہو۔

(سنن ابن ماجہ۔ رقم:۴۱۷۳)

حضرت امام رفاعی رحمۃ اللہ علیہ انھیں احادیث کی روشنی میں نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

من تطاول على الخلق قَصُرَ عند الخالق ، من تعالى على العباد سقط من عين المعبود. كل حا ل تَحوله فيه ، وكل ظاهر به ما يخفيه. من ادر ع بدرع الصبر سلم من سهام العجلة. (الحكم الرفاعيه.ص:٤)

جو مخلوقات پر غلبہ کرے گا، اللہ کے نزدیک ذلیل ہو جائے گا، جو لوگوں پر اپنی بڑائی ظاہر کرے گا، خدا کی نظر میں گر جائے گا، ہر ایک حالت بدل جاتی ہے، اور ہر ایک پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے، جو آدمی صبر کی زرہ پہنتا ہے جلد بازی کے تیروں سے محفوظ رہتا ہے۔

انسان کا کوئی بھی عمل کبر و غرور کی موجودگی میں قابل قبول نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

ليس عند الله على شيء من رأى نفسه ، لوعبد الله العابد بعباده الثقلين، وفيه ذرة من الكبر فهو من أعداء الله وأعداء رسوله صلى الله عليه وسلم. ثلاث خصال من كن فيه لا يكون وليا إلا إذا طهره الله منهن : الحمق ، والعجب،

والبخل.أكذب الناس على الله والخلق من رأى نفسه خيرا من الخلق. (الحكم الرفاعيه،ص:٦)

جس کو اپنے نفس کی حقیقت معلوم ہوگئی ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، کوئی شخص دونوں جہان کے برابر عبادت کرلے مگر اس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو تو وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہے۔ جب تک انسان کے دل سے تکبر وحماقت اور بخل کی صفتیں زائل نہ ہوں اس وقت تک وہ ولی نہیں بن سکتا۔ جو اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے اچھا سمجھے وہ خدا اور لوگوں کے نزدیک جھوٹا ہے۔

فرماتے ہیں:

تکبر اور رعونت، احمق کی خصوصیات ہیں، جنھیں عقل مند لوگ بُرا سمجھتے ہیں مگر احمق میں ان کا پایا جانا ضروری ہے۔ (ایضًاص:۴۶)

ایک بار یوں ارشاد فرمایا:

إياك ورؤ ية النفس ، إياك والغرور ، إياك والكبر ، فإن كل ذلك مهلك ، مادخل ساحة القرب من استصغر الناس واستعظم نفسه ، من أنا ومن أنت ؟ (البرهان.ص:١٣)

اے سالک! اپنے نفس پر نظر کرنے سے بچ، غرور سے بچ اور تکبر سے الگ رہ، کیوں کہ یہ سب برباد کرنے والے ہیں، میدان قرب میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جو دوسروں کو چھوٹا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے، میں کون ہوں اور تُو کیا ہے، ان جھگڑوں سے بچو!۔

فرماتے ہیں:

أي بطال ! تعلمت علم الكبر، تعلمت علم الدعوى ، تعلمت علم التعالي ، إيش حصل لك من كل ذلك ، تطلب هذه الدنيا الجايفة بظاهر حال الآخرة ، لبئس ما صنعت ، ما أنت إلا كمشتري النجاسة بالنجاسة ، كيف تغفل نفسك بنفسك وتكذب على نفسك وأبناء جنسك.

(البرهان المو يد،ص:۲۱)

اے بے ہودہ انسان! تو نے تکبر، بڑابول اور غلو کا علم حاصل کرلیا ہے، تجھے ان تینوں چیزوں سے کیا حاصل ہوا، تو آخرت کے لیے کوشاں، لوگوں کا ظاہری حلیہ اپنا کر اس مردار دنیا کو حاصل کرنے چلا ہے، تیرا یہ عمل کتنا برا ہے۔ تو ایسے آدمی کی طرح ہی ہے جو نجاست کے بدلے نجاست خرید رہا ہے، تو اپنے آپ کو کیسے فراموش کیے ہوئے خود کو اور دیگر سادہ لوح لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

فرماتے ہیں:

وإياك يا ولدي ! من الحسد ؛ فإن الحسد أم الخطايا ؛ لأن الشيطان لما حسد آدم تكبر عليه وأبى أن يسجد له ، وكذب عليه حين حلف له ولحواء: إني لكما لمن النصحين [الأعراف : ۲۱]، فطرد من رحمة الله تعالى ، فالكذب والكبر والحسد سبب لطرد العبد من باب الرب ، فلا تعود نفسك على هذه الخصال قطعا ، واقطع نفسك إلى الله ، واعلم بأن الرزق مقسوم ، فإذا تحققت ذلك ما حسدت ، واعلم بأنك ميت ، فإذا تحققت ذلك ما تكبرت.

(البرهان المو يد،ص:۵۹)

حسد سے بچو، کیوں کہ حسد تمام برائیوں کی جڑ ہے، اس لیے کہ جب شیطان نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا تو ان کے مقابلے میں تکبر کیا، اور آپ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اور اس نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کے سامنے جب حلف اٹھایا تو اس نے جھوٹ بولا، اس نے کہا تھا: اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ۔ اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں، پس وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیا گیا۔ جھوٹ، تکبر اور حسد انسان کو رب کی رحمت سے دور کرنے کے اسباب ہیں، اس لیے تم اپنے آپ کو ان چیزوں کا عادی ہی نہ بناؤ، تم سب سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور یقین کرو کہ رزق تقسیم کیا جا چکا ہے، جب یہ بات اچھی طرح سمجھ لوگے، حسد میں مبتلا نہ ہوگے، اور یقین کرو کہ تم مرنے والے ہو، جب یہ بات سمجھ میں آجائے گی تو تکبر نہیں کروگے۔

سچی بندگی کا مفہوم بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

العبدية حقها الانقطاع عن غير السيد بالكلية، العبدية ترك كل كلية وجزئية ، العبدية رد القصد عن طلب كل مزية، العبدية عدم رؤية العبد لنفسه على إخوانه رفعة أو فوقية ، العبدية الوقوف عند ما حد للطينة الآدمية ، العبدية الخشية والخضوع تحت مجاري الأقدار الربانية. لا يكون العبد عبدا كاملا حتى يصل إلى مرتبة الحرية والتخلص من رق الأغيار بالكلية. (البرهان المويد،ص:۳۵)

بندگی کیا ہے؟ اپنے آقا کے علاوہ سب سے مکمل طور پر کٹ جانا، ہر

نمایاں کرنے والی چیز سے بے نیاز ہوجانا، اپنے آپ کو اپنے بھائیوں سے برتر نہ سمجھنا، اپنے آپ کو مٹی کے اس درجے پر سمجھتے رہنا جس مٹی سے انسان بنا ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے سامنے سر جھکائے رکھنا بندگی ہے، اور بندہ اس وقت تک بندگی کے عروج تک نہیں پہنچتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے اغیار کی غلامی سے مکمل طور پر کنارہ کش نہیں ہوجاتا۔

فرماتے ہیں:

جو شخص اپنی عبادتوں اور مجاہدوں پر پسندیدہ نظر رکھتا ہے وہ مولیٰ سے دور ہوجاتا ہے، جو مولیٰ سے دور ہوتا ہے وہ اس کی رویت اور دیدار سے دور ہوجاتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنی عبادت کو پسند کرتا ہے اور اس کی حلاوت سے محروم ہوجاتا ہے۔ (اولیاء اللہ کا حال، ص:۱۱۷)

ایک موقع پر فرمایا:

جو شخص بھی کہے گا: "میں" تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہیں، "تُو" نہیں بل کہ "میں"۔ ایسے "میں" والے شخص کو اللہ پاک آخر کار اسفل السافلین میں گرا دیتا ہے۔ ہاں! جو شخص کہے گا کہ اے مولیٰ! تُو ہی ہے۔ ایسے شخص کو اللہ پاک اعلیٰ علیین میں کا مقام عطا فرمائے گا۔ (اولیاء اللہ کا حال، ص:۱۲۰)

البتہ ایک بات ضرور تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دنیادار امیروں اور بادشاہوں کے سامنے جھکنا گوارا نہیں فرماتے، نہ ان کی تعظیم کو کھڑے ہوتے، کیوں کہ کسی بھی

طرح دین کی پامالی آپ کو برداشت نہیں تھی، جیسا کہ منقول ہے:

امرا وحکام کی تعظیم میں آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے، اللہ پاک نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے دین وشریعت کی بڑی تائید فرمائی، آپ کا عمل جادۂ شرع شریف کے مطابق، آپ کی زبان شریعت کی گن گانے والی تھی۔

(تذکرہ حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، ص:۱۱۴)

آپ کا یہ ارشاد گزر چکا کہ:

آدمی کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی عقل تمام دنیا داروں، کسانوں، زمینداروں، بادشاہوں، تاجروں اور ان میں نچلے طبقے کے لوگوں کے مذاہب و مسالک کا احاطہ نہ کرلے، ساتھ ہی ساتھ وہ اُن سے اور اُن کی دنیا سے بے رغبت و بے نیاز ہو۔ (مجالس رفاعیہ، ص:۹۳)

فرماتے ہیں:

إياك والتقرب إلى أهل الدنيا، فان التقرب منهم يُقسّي القلب، والتواضع لهم موجب لغضب الرب، وتعظيمهم يزيد في الذنوب. (الحكم الرفاعيه، ص:٢٥)

دنیاداروں کی قربت سے بچو، کیوں کہ ان کا قرب، دل کو سخت کر دیتا ہے اور ان سے تواضع غضبِ الٰہی کا باعث ہے، ان کی تعظیم سے گناہ میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

عفو و درگزر

عفو و درگزر مومن کی خاص صفت ہے، اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں ہر موقع پر عفو و درگزر کی تعلیم دی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ چل رہا تھا کہ ایک بدّو نے آپ ﷺ کی چادر مبارک زور سے کھینچ دی، جس سے آپ کی گردن مبارک پر خراش آگئی، اس نے کہا کہ اللہ عزوجل کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دیجیے، آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا دیے اور اسے کچھ دینے کا حکم فرمایا۔

چوں کہ حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کامل طور پر اسوۂ نبوی کا آئینہ تھی؛ اس لیے نہ یہ کہ آپ کے اندر یہ صفت عالی بدرجۂ اتم موجود تھی؛ بل کہ اس کا شدت سے حکم بھی دیتے تھے۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "لواقح" میں ارشاد فرمایا ہے کہ: کان لا یجازی بالسیئة السیئة.

آپ نے کبھی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیا۔

تذکرہ حضرت رفاعی میں "الدر المنظم" کے حوالے سے منقول ہے۔ حضرت محمد علی قلندر لکھتے ہیں:

آپ کے ساتھ کوئی کیسی بھی بُرائی کرتا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے عوض میں بُرائی نہ کرتے، ایک بار ایک گروہ فقرا سے ملاقات ہوئی، ان سب نے آپ کو گالی دی اور کہا: اے اعور (کانے) اے دجال، اے حرام چیزوں کو حلال کرنے والے، اے قرآن میں تبدیلی کرنے والے، اے ملحد، اے کتے! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت اپنا سر کھول کر زمین بوسی کی اور کہا کہ اے میرے سردارو! مجھ سے راضی ہو جاؤ، مجھے تمھارے حلم سے یہی امید ہے، اور ان سب کی دست بوسی فرمائی،

جب آپ نے اس خوش آمد اور لجاجت سے ان کو مجبور کر دیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تم سے زیادہ کسی فقیر کو متحمل نہیں دیکھا، کہ اتنا سب کچھ ہم نے تم کو کہہ سنایا مگر تم متغیّر تک نہ ہوئے۔ آپ نے کہا کہ یہ سب آپ لوگوں کی برکت اور عنایت ہے۔ پھر اپنے احباب سے فرمایا کہ اس واقعہ سے ہم کو راحت ہوئی، انھوں نے اپنے جی کی بھڑاس ہم پر اتاری۔ دوسروں کے مقابلے میں ہم ہی اس کے زیادہ مناسب تھے۔ ممکن تھا کہ یہ باتیں وہ کسی اور سے کہتے اور وہ متحمل نہ ہوتا۔

اسی طرح کی ایک روایت علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کتاب "تذکرہ رفاعی" میں منقول ہے کہ شیخ ابراہیم بستی نے آپ کے پاس خط بھیجا، اس میں آپ کو بہت کچھ سخت باتیں لکھیں۔ قاصد جب خط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو پڑھو، اس نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا، اے اعور، اے دجال، اے مبتدع، یہاں تک کہ اے کتے کے بچے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی مغلظ باتیں تھیں، جب قاصد پڑھ کر فارغ ہوا، تو اس کو آپ نے لے لیا اور خود پڑھا اور فرمایا کہ شیخ ابراہیم سچ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو نیک عوض دے۔ پھر ایک شعر پڑھا:

فلست أبالي من زماني بريبة　　　إذا كنت عند الله غير مريب

خداوند قدوس کے نزدیک جب میں غیر مشکوک ہوں تو پھر معاصرین کے شک و ریب کی مجھے بالکل پروا نہیں۔

پھر قاصد ہی سے فرمایا کہ اس کا جواب لکھو۔ اس بے حقیقت حقیر، احمد کی طرف سے حضرت شیخ ابراہیم بستی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو کہ آپ نے جو کچھ لکھا حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ نے مجھے جیسا چاہا ویسا پیدا فرمایا اور جو کچھ چاہا مجھ میں رکھا۔ آپ کی عنایتوں سے امید یہی ہے کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں گے اور اپنی مہربانیوں سے مجھے محروم نہ فرمائیں گے۔ جب یہ مکتوب شیخ ابراہیم بستی نے پڑھا تو منھ کے بل گر گئے، لوگوں نے انھیں پھر کہیں نہیں دیکھا۔

تزکیۂ نفس

تصوف کا بنیادی مقصد تزکیۂ نفس کا حصول ہے جو کہ رضائے الٰہی، قربِ الٰہی اور دینی و دنیوی سعادت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اوپر کی تحریر میں جن اخلاقی پہلوؤں کا ذکر کیا گیا وہ تزکیہ نفس کے نتیجے میں ہی انسان کو میسر آتی ہیں، البتہ اگر کوئی شخص رسول اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے سے تزکیۂ نفس اور صفائی قلب کی کوشش کرے گا تو فائدہ کے بجائے نقصان ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں تلاوتِ آیاتِ کلام الٰہی، تعلیمِ کتابِ الٰہی، تعلیمِ حکمت اور تزکیۂ نفس کا تذکرہ خاص طور پر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ۔ (آل عمران، آیت : ١٦٤)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا، مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

دراصل تزکیۂ نفس ایک ایسی پاکیزہ خصلت ہے جس کے بغیر اسلام صرف زبان کی حد تک محدود رہتا ہے، دل میں نہیں اُتر سکتا ہے؛ گویا تزکیۂ نفس کے بغیر کوئی انسان کامل مسلمان نہیں ہوسکتا اور جب تک کوئی کامل مسلمان نہیں بنتا، کامل انسان بھی نہیں ہوگا۔ آج ہم مسلمانوں میں جو خامیاں در آئی ہیں، اس کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ نہ ہم اپنے نفس کا تزکیہ چاہتے ہیں نہ ہمیں کوئی ایسا فرد ملتا جو ہمارے نفسوں

کا تزکیہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم میں کے اکثر افراد لالچ، حرص، تکبر اور بغض جیسی بیماریوں کے شکار ہیں، آداب شریعت کا پاس ولحاظ، تواضع وانکسار، اخلاق حسنہ، خدمت خلق ہم سے معدوم ہوتا جارہا ہے۔ ایسے ماحول میں تزکیۂ نفس کا فارمولا ہی ایک ایسا تریاق ہے جو ہمارے اندر تواضع وانکسار کی خصلت لوٹانے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس سے حرص، لالچ اور بغض جیسے دیگر امراض خبیثہ ختم ہو سکتے ہیں۔

حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مستطاب "کتاب اهل الحقيقة مع الله" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی یہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : أحبوا الله لما يغذوكم به من نعمه ، وأحبوني لحب الله ، وأحبوا أهل بيتي لحبي".

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اللہ پاک سے محبت کرو؛ اس لیے کہ تم اس کی نعمتوں پر دن گزارتے ہو، اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے اہل بیت سے محبت کرو۔

اس حدیث پاک کی تشریح میں حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ تزکیۂ نفس کا مفہوم سمجھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وبهذا الحديث الشريف نظام التصفية ، فمن أدركها فقد أدرك الصفاء ، والتحق بأهل الاصطفاء.أَي بُنَيَّ ! اعلم أن للصفاء ظهراً وبطناً، فأما ظهرها فأن تُصَفِّي كلِّيتَك من أدناس النفس والخلق والدنيا، وأما بطنها فأن تُصَفِّي كُلِّيتَك من غبار رؤية الأعمال وطلب الأعواض على الأعمال والالتفات منه إلى ما سواه.

(حالة اهل الحقيقة مع الله ، ص:٩٠)

اس حدیث پاک میں تزکیہ کا ایک نظام بتایا گیا ہے، جو اس نظام پر قائم رہے گا وہ تزکیہ حاصل کر لے گا اور اللہ کے منتخب بندوں میں شامل ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں: اے صاحب زادے! جان لو کہ تزکیہ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ نفسانی غلاظتوں، بد اخلاقیوں اور دنیا داری سے پاک ہونا، اُس کا ظاہر ہے۔ اور اعمال پر تکیہ نہ رکھنا، اُس پر عوض کی خواہش نہ رکھنا، اللہ کے ماسوا کی طرف التفات نہ کرنا، اُس کا باطن ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وأقول لكم : كونوا دائما بين الخوف والرجاء ، **فالخوف** : أن يخاف القلب من الله لما علم من ذنوبه ، **والرجاء** ، سكون الفؤاد بحسن الوعد ، وأديموا تصفية الروح **بالرياضة**، وهي استبدال الحالة المذمومة بالحالة المحمودة.

(البرهان المويّد، ص:٤٣)

میں تم سے کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف و امید کے درمیان رہو، خوف یہ ہے دل اپنے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور امید یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی خوبی کو یاد کرکے دل کا سکون پائے، اور ہمیشہ عبادت و ریاضت کے ذریعہ روح کے تزکیہ کا سامان کرو، اور "تزکیہ روح" قابلِ مذمت حالت کو قابلِ تعریف حالت میں بدلنے کا نام ہے۔

"الحکم الرفاعیہ" میں فرماتے ہیں:

نفس الفقير مثل الكبريت الاحمر لا يصرف إلا بحق لحق.

(الحكم الرفاعيه، ص:١٦)

فقیر کا نفس کبریت احمر (سُرخ یا خالص سونا) کی طرح ہے جسے راہ حق میں حق کی خاطر ہی صرف کیا جا سکتا ہے۔

تزکیہ نفس کے فوائد گناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

الفقير إذا كسر نفسه، وذل وانداس، واحترق بنارالشوق والصدق وثبت في ميدان الاستقامة بين يدي الله تعالىٰ، صار معدن الخيرات ومقصد المخلوقات و صار كالغيث أين وقع نفع ويكون حينئذ رحمة وسكينة على خلق الله تعالى. (الحكم الرفاعيه،ص:١٦)

فقیر جب اپنے نفس کو ذلیل کرے (تزکیہ کرے)اور اسے صدق و شوق کی آگ میں جلائے تو خدائے تعالیٰ اسے استقامت عطا فرمادیتا ہے،جس کی وجہ سے وہ نیکیوں کا مخزن اور مخلوقات کا ماویٰ وملجا ہوجاتا ہے،اس کی مثال اس بارش طرح ہوجاتی ہے کہ جس شے پر پڑے فائدہ پہنچاتی ہے۔

نفس کا تزکیہ کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

صحح اليقين بإشارات الصالحين ، وزك نفسك بفقهك ، فإن النفس على ثلاثة أضرب: نفس أمارَة بالسوء : وهي نفس الجاهلين والعاصين . ونفس لوامة : وهي نفس المؤمن ، تسره حسنته ، وتسوؤه سيئته. ونفس مطمئنة : وهي نفس الموقنين العارفين المنقطعين إليه ، فإن من عرف الله حق معرفته، قطعه إليه بكلِّيته. (النظام الخاص،ص:٣٣)

فرماتے ہیں:

من لم يكن له من نفسه واعظ لم تنفعه المواعظ ، كيف ينتفع بالموعظة من كان قلبه غافلاً ؟ (البرهان ،ص:١١)

جس کا نفس خود اسے نصیحت نہ کرسکے اسے دوسروں کی نصیحت فائدہ نہیں پہنچاسکتی،جس کا دل غافل ہے وہ نصیحت سے کیسے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔

جب انسان اپنے نفس کا تزکیہ کرلیتا ہے تو اسے خدائے بزرگ و برتر کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے، حضرت شیخ رفاعی ارشاد فرماتے ہیں:

من عرف نفسه فقد عرف ربه ، ومن عرف نفسه لربه أفنى كليته بربه . (البرهان المويد، ص١٩)

جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا(نفس کا تزکیہ کیا) اس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کرلی، اور جس نے یہ جان لیا کہ وہ اللہ پاک کے لیے ہے تو وہ اپنا سب کچھ اللہ رب العزت پر قربان کردیتا ہے۔

بزرگوں کے ارشادات و ملفوظات کی روشنی میں اپنے ایمان کو کامل کرو، دینی سمجھ کے ذریعہ نفس کا تزکیہ کرو، کیوں کہ نفس کی تین قسمیں ہیں:

اول: "نفس امّارہ بالسوء" ہے۔ یہ جاہلوں اور گنہ گاروں کا نفس ہے۔

دوم: "نفس لوّامہ" ہے۔ یہ مومن کا نفس ہے جس کو نیک کام سے خوشی ہوتی ہے اور بُرے عمل سے رنج ہوتا ہے۔

سوم: "نفس مطمئنّہ" ہے۔ یہ اہل یقین و عارفین کا نفس ہے، جن کی لَو صِرف اللہ رب العزت سے لگی ہوئی ہے۔ کیوں کہ جن کو اللہ پاک کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے، پروردگار عالم انھیں اپنا بنالیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تصوف کے ذریعہ نفس کا تزکیہ اور اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر و باطن کی تعمیر ہوتی ہے، تاکہ انسان ابدی سعادت حاصل کرسکے۔ شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر تعلیمات وارشادات میں تزکیۂ نفس کا نور چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ جو آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ، نمونۂ زندگی اور دارین کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

کراماتِ ظاہری

حضرت سلطان العارفین شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اب تک جو کچھ مذکور ہوا، اس کا تعلق ،تصوفِ عملی کے اُس باب سے ہے، جس کا نام استقامت علی الشریعۃ ہے اور اصل میں یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اسے کرامتِ معنوی کہا جاتا ہے، جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے سے عبارت ہے۔

اب آئیے ! **تصوف عملی کی دوسری شق** یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات حِسّی کا ذکر کیا جائے جو اللہ رب العزت کی رحمت سے ہر ولی کامل اور صوفی خالص کو عطا کی جاتی ہے؛ اگرچہ اہل تصوف و طریقت اور صاحبان ولایت و معرفت اس کرامت حسی کو ظاہر کرنے کے خواہاں نہیں ہوتے؛ بل کہ اسے عام طور پر پوشیدہ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ جیساکہ خود حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

الأولیاء یستترون من الکرامۃ کما تستتر المرأۃ من دم الحیض.	(البرھان المؤید، ص۱۳)

اولیاء اللہ کرامت کو یوں چھپاتے ہیں جیسے عورت حیض کا خون چھپاتی ہے۔

مگر بعض مواقع پر بطورِ دلیل و برہان ان کا اظہار بھی فرماتے ہیں ، حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس ذات سے بھی مختلف کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ آئیے ہم ان پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں، جسے ہم نے "سید الاولیا" اور "تذکرہ حضرت رفاعی وغیرہ سے تلخیص کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا اپنا دست مبارک، قبر انور سے باہر نکالنا

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا مقدس ہاتھ روضہ مُنوّرہ سے باہر نکالا، جسے آپ نے تقریباً نوے ہزار زائرین کے سامنے بوسہ دیا، جس کی روایت تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ یہ واقعہ جہاں آپ کی، دربار رسول اکرم ﷺ میں مقبولیت اور محبوبیت کی دلیل ہے، وہیں آپ کی یہ بہت ہی ارفع و اعلیٰ کرامت بھی ہے۔ اور اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کی حیات کا بھی واضح ثبوت ہے۔

آپ کی آواز قریب و بعید سب کو پہنچتی

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بڑی کرامت یہ تھی کہ جب آپ وعظ فرمانے کے لیے کرسیِ خطابت پر جلوہ افروز ہوتے تو آپ کی آواز دور دور تک سنی جاتی۔ روایت ہے کہ آپ کا خطاب سننے کے لیے ہزاروں کا مجمع ہوتا، مگر سب تک آواز یکساں پہنچ جاتی۔ آپ ام عبیدہ میں خطاب دے رہے ہوتے مگر اس سے متصِل آبادی میں بھی سامعین آپ کی تقریر کو اپنے گھروں میں بیٹھ کر سُن اور سمجھ سکتے تھے۔

نوارانی تحریر

علامہ یافعی اور جناب محمد علی قلندر وغیرہ نے لکھا ہے کہ آپ نورانی تحریر پڑھتے اور لکھتے تھے۔ اگر آپ سے کوئی تعویذ مانگتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کاغذ اٹھا کر بغیر روشنائی کے لکھ کر عطا کر دیتے۔ ایک دن ایک شخص امتحان کی غرض سے ایک سادہ کاغذ، مُدّتِ دراز کے بعد آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا، اور اس نے کہا کہ اس پر تعویذ لکھ دیجیے۔ حضرت نے کاغذ دیکھ کر فرمایا: اس پر تو پہلے ہی سے تعویذ لکھی ہوئی ہے۔ دراصل یہ وہی کاغذ تھا جس پر حضرت نے کچھ عرصہ پہلے نورانی تحریر میں تعویذ لکھ کر اس شخص کو دیا تھا۔

فرشتے سے ملاقات

صاحب "قرۃ الناظر" اور صاحب "الدر المنظم" نے حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے شیخ ابوالحسن علی کی روایت نقل فرمائی ہے کہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن آپ کے خلوت خانے کے دروازے پر بیٹھا تھا، اس وقت وہاں آپ کے علاوہ کوئی نہ تھا، اتنے میں اچانک میں نے محسوس کیا کہ کوئی آپ کے پاس آیا ہے، جھانک کر دیکھا تو ایک شخص بیٹھا ہوا آپ سے باتیں کر رہا ہے۔ دیر تک باتیں ہوئیں۔ پھر وہ شخص مکان کی دیوار میں سے باہر نکل گیا۔ اندر حاضر ہو کر میں نے عرض کی یہ کون تھا؟ آپ نے

دریافت فرمایا، کیا تم نے اس کو دیکھ لیا؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا:

وہ شخص قطر بحر محیط کا محافظ تھا، اور خواص و مقربین میں سے تھا۔ تین راتوں سے وہ مہجور ہے مگر اس کو معلوم نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: وہ مہجور کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جزیرہ بحر محیط میں مقیم ہے، اور وہاں تین راتوں سے پانی برس رہا ہے، اس کے دل میں خیال گزرا کہ اگر یہ پانی آبادی میں برستا تو بڑا اچھا ہوتا، اس خیال کے بعد اگرچہ اس نے استغفار کیا؛ مگر اس اعتراض کی وجہ سے مہجور ہوگیا۔ میں نے کہا، کیا آپ نے اس سے یہ کہہ بھی دیا؟ فرمایا نہیں۔ مجھے اس سے یہ کہتے ہوئے شرم آئی۔ میں نے کہا کہ اگر فرمائیے تو میں اس سے کہہ دوں۔ آپ خاموش رہے۔ پھر فرمایا گریبان میں سر ڈالو، میں نے حکم کی تعمیل کی، اس وقت میں نے ایک آواز سنی، کوئی کہہ رہا تھا: سر اٹھاؤ، میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ میں ایک جزیرہ میں ہوں، مجھے حیرت ہوئی کہ میں کہاں آ گیا۔ پھر ٹہلنے لگا، اتنے میں میں نے اسی شخص کو دیکھا جو حضرت کے پاس خلوت میں باتیں کر رہا تھا۔ میں نے بڑھ کر سلام کیا، اور سب حال کہہ سنایا، اس نے کہا: میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ میرا ایک کام ضرور کر دیں۔ میں نے کہا، کیوں نہیں۔ اس نے کہا میری گردن میں کپڑا لپیٹ کر مجھے منھ کے بل گھسیٹو اور کہو کہ اللہ پر اعتراض کرنے والی کی یہی سزا ہے۔ میں نے وعدہ کرنے کی وجہ سے اس کی گردن میں کپڑا ڈال کر گھسیٹنا چاہا کہ اسی وقت غیب سے کسی آواز دینے والے نے آواز دی: اے علی اسے چھوڑ دو۔ فرشتے اس کے واسطے گریہ و زاری کرتے ہوئے استغفار کر رہے ہیں۔ اور اللہ رب العزت اس سے راضی ہوگیا ہے۔ پھر مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی، جب ہوش آیا تو خود کو اپنے ماموں جان کے خلوت خانے میں پایا۔

بھنی ہوئی مرغابی زندہ ہوگئی

"قلائد الجواہر" میں ہے حضرت سید کبیر احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن رفاعی فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ تنہا بیٹھے تھے، میں آپ کے ملفوظات سننے کی نیت سے بیٹھا، اسی وقت ایک شخص آسمان سے اتر کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے اسے مرحبا کہا۔ اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ میں نے بیس روز سے کچھ کھایا پیا نہیں ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنی خواہش کے مطابق کھاؤں پیوں۔ شیخ نے ان کی خواہش پوچھی، اس شخص نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ پانچ مرغابیاں اڑتی ہوئی جارہی ہیں، کہا اے کاش! مجھے ان میں سے ایک بھنی ہوئی مل جاتی جس کے ساتھ گیہوں کی روٹیاں اور ٹھنڈے پانی کا ایک کوزہ بھی ہوتا۔ شیخ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ تو تیرے ہی لیے ہیں۔ پھر آپ نے مرغابیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا اس شخص کی خواہش جلدی پوری کردو۔ آپ کا یہ جملہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ ایک بھنی ہوئی مرغابی سامنے آکر گری۔ آپ نے اپنے بغل میں رکھے ہوئے دو پتھروں کو ہاتھ سے کھینچا تو وہ بہترین قسم کی گرم روٹیوں میں تبدیل ہوگئے۔ آپ نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تو ایک سرخ رنگ کا پیالہ آپ کے ہاتھ میں آگیا۔ جب وہ شخص کھا پی کر ہوا میں پرواز کر گیا تو شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے مرغابی کی ہڈیوں کو بائیں ہاتھ میں لے کر اس پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا خدا کے

حکم سے آپس میں جڑ جاؤ۔ پھر آپ نے جب بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی تو وہ مرغابی زندہ ہو کر ہوا میں اڑ گئی۔

واضح ہو کہ اس طرح کی کثیر کرامتیں آپ کی ذات سے صادر ہوئی ہیں؛ مگر حقیقت میں سب سے بڑی کرامت آپ کی شریعت پر استقامت ہے۔ جس کی تفصیل گزشتہ سطور میں ملاحظہ کی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ یہ فرماتے رہے کہ حقیقت میں صوفی وہی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت پر کما حقہ عمل کرنے والے ہیں۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ شریعت اور طریقت الگ نہیں ہے۔ اور شریعت سے ہٹ کر عمل کرنے والا خواہ ہوا میں ہی کیوں نہ پرواز کرتا ہو مگر نہ وہ ولی ہو سکتا ہے اور نہ صوفی۔

باب سوم: تصوفِ علمی

تصانیف حضرت رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مریدین و متوسلین اور شاگردوں کو پند ونصائح کا جو ذخیرہ، گوہر نایاب کی شکل میں عطا فرماتے رہے، ان کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا۔ آپ کے یہ تمام ارشادات و فرمودات اہل تصوف و سلوک کے لیے دُرِّ بے نظیر کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کا ہر ہر لفظ قرآن و سنت کا آئینہ دار ہے، اگر الگ سے ان کی تفصیل کی جائے تو دفتر درکار ہے، لیکن چوں کہ اوپر کی تحریروں میں جابجا ان کے نمونے پیش کر دیے گئے ہیں، جن سے آپ کے تصوف علمی کا اندازہ کرنا بہت آسان ہے۔ جو تصنیفات آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہیں وہ یہ ہیں۔

❶ البرهان المويد ❷ الحكم الرفاعيه ❸ الاحزاب الرفاعيه ❹ النظام الخاص لاهل الاختصاص ❺ البهجة الفقه ❻ الوصايا ❼ الصراط المستقيم فى تفسير معانى بسم الله الرحمٰن الرحيم ❽ الرُوية ❾ الطريق الى الله ❿ العقائد الرفاعيه ⓫ المجالس الاحمديه ⓬ تفسير سورة القدر ⓭ حالة اهل الحقيقة مع الله ⓮ الاربعين ⓯ شرح التنبيه ⓰ رحيق الكوثر .

مذکورہ کتب میں: البرهان المويد ۔ الحكم الرفاعيه ۔

النظام الخاص لاهل الاختصاص ۔حالة اهل الحقيقة مع الله۔المجالس الاحمدیه۔ الوصایا میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اہل تصوف واحسان کے لیے بہت تفصیلی رہنمائی فرمائی ہے، یہ وہ کتب ہیں جو تاریک دلوں کو روشن کردیتی ہیں، مصائب وآلام کے پہاڑ کو برداشت کرنے کا حوصلہ عطا کرتی ہیں ، پُرخار وادیوں میں چلنے کا جذبہ فراہم کرتی ہیں اور قرآن وسنت سے محبت کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے مہمیز لگاتی ہیں، ظاہری وباطنی علوم سے باخبر اور علمی وفکری مواد سے آگاہی دیتی ہیں ، عوام ،خواص ،اخص الخواص ہر ایک کے ظرف کے لحاظ سے تعلیم وتربیت ،تزکیہ نفس ، اصلاح قلوب اور مدارج دنیوی واخروی میں ترقیوں کے اسرار ورموز سے روشناس کرتی ہیں۔

جو کتابیں تفسیر اور احادیث کریمہ کی تشریح میں ہیں یہ بھی اپنی نوعیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ان شاء اللہ زندگی اور توفیق الٰہی نے یاری کی تو اس پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے اہل تصوف اور اکابر علما کے اقوال

حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اتنی عظیم تھی کہ خود آپ کے مرشد ومربی حضرت شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

كل الأصحاب يفتخرون بمشايخهم اِلّا اَنا فإنى افتخر بالسيد أحمد الرفاعى ، ويحق له أن يفتخر بهذا الامام الذى ايَّد الله به السنة و أحيا به الطريقة ، وأعلىٰ به منارة الحقيقة.

(ارشاد المسلمين لطريقة شيخ المتقين ،ص:۸)

سب لوگ اپنے مشایخ پر فخر کرتے ہیں مگر میں سید احمد رفاعی پر فخر کرتا ہوں، اور ان کی ذات یقیناً فخر کے لائق ہے۔

ایک بار تو یہاں تک ارشاد فرمادیا:

لو لا سر الامتثال لأخذت عنه ، ولاريب أنا شيخه في الصورة ، وهو شيخي في المعنى. المجالس الرفاعيه، ص:۲۳)

اگر سرِ امتثال نہ ہوتا تو میں سید احمد سے بیعت ہوتا، اس میں شک نہیں کہ میں اُن کا صورتاً شیخ ہوں؛ مگر حقیقتاً وہ میرے شیخ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے ایسی خوبیاں جمع فرمادی تھیں کہ جو بھی دیکھتا وہ دیوانہ ہوئے بغیر نہ رہ پاتا؛ کیوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر سانس اللہ جل شانہٗ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کا آئینہ تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ معرفت الٰہی کے اُس مقام پر فائز تھے جہاں بہت کم لوگوں کی رسائی ہوتی ہے۔ جس کی تائید قطب ربانی حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس انداز میں فرمائی ہے :

إن لِله عبداً متمكناً فی مقام عبديته ، يمحو اسم مريده من ديوان الأشقياء ، ويكتبه فی ديوان السعداء.

(المعارف المحمديه، ص:۴۹)

اللہ رب العزت کا ایک بندہ (سید کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ) ہے جو مقام عبدیت پر متمکّن ہے۔ جو اپنے مریدوں کا نام بد بختوں کی فہرست سے ہٹا کر نیک بختوں کی

فہرست میں درج کردیتا ہے۔

امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے شیخ، فقہ شافعی کے مشہور صاحبِ متن، قاضی ابو شجاع شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

كان السيد أحمد الرفاعي علما شامخا، وجبلا راسخا، وعالما جليلا، محدثا فقيهاً، مفسراً، ذا روايات عاليات، وإجازات رفيعات، قارئا مجودًا، حافظاً مُجيدا، حُجة رحلة، متمكنا في الدين ... أعلم أهل عصره بكتاب الله وسنة رسوله، وأعملهم بها، بحرا من بحار الشرع، سيفًا من سيوف الله، وارثا أخلاق جده رسول الله صلّى الله عليه وسلّم. (المعارف المحمديه، ص: ٤٤).

سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ شخصیت، جبل راسخ، عالمِ جلیل، محدث ِفقیہ مفسر، صاحبِ روایاتِ عالیہ واجازاتِ رفیعہ، عمدہ قاریِ قرآن، اچھے حافظ قرآن، حجت کاملہ، دین پر مضبوطی سے کاربند، اپنے ہم عصروں میں کتاب وسنت کے سب سے بڑے عالم و عامل، بحر شریعت، سیف اللہ اوراپنے جد کریم رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اخلاق کے سچے وارث تھے۔

مورخ ابن اثیر جزری کا بیان ہے کہ:

كان صالحا ذا قبول عظيم عند الناس، وعنده من التلامذة ما لا يحصى.

سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ مردِ صالح اور عوام وخواص کے مابین حد درجہ مقبول تھے، آپ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

مورخ وفقیہ صلاح الدین صفدی کا قول ہے :

الإمام القدوة العابد الزاهد، شيخ العارفين.

آپ رحمۃ اللہ علیہ امام وپیشوا، عابدوزاہد اور اہل اللہ کے شیخ تھے۔

محدث عبدالسمیع ہاشمی واسطی فرماتے ہیں:

كان السيد أحمد آية من آيات الله ، معجزة من معجزات رسول الله ﷺ ، كان طريقه الكتاب والسنة ، كان فعالاً ولا قوالاً، لو رايته رأيت كل السلف ، وليس على الله بمستنكر أن يجمع العالم في واحد. (المعارف المحمديه،ص: ٤٩)

سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اللہ رب العزت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے ،آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاح وتزکیہ کا طریق کار کتاب وسنت سے ماخوذ ہے ،آپ رحمۃ اللہ علیہ عمل کے دھنی تھے نہ کہ قول کے ۔ اگر تم نے انھیں دیکھ لیا تو گویا تمام اسلاف کو دیکھ لیا۔ اور اللہ کی ذات سے یہ کچھ بعید نہیں کہ ایک شخصِ واحد میں پوری دنیا کو سمیٹ دے۔

شیخ منصور بطائحی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

وزنته بجميع أصحابي وبي أيضا ، فرجحنا جميعًا.

میں نے اپنے جملہ اصحاب اور خود سے آپ کا موازنہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے بالاتر پایا

مورخ ابن خلکان ارقام فرماتے ہیں کہ:

كان رجلاً صالحًا، فقيها شافعى المذهب.

آپ رحمۃ اللہ علیہ مردِ صالح اور شافعی المذہب فقیہ تھے۔

مورخ ابن عماد حنبلی کہتے ہیں کہ:

الشیخ الزاھد القدوة.

آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ، زاہد اور امام تھے۔

ابن قاضی شهبة، حيث ذكره في طبقات الشافعية وعدّه من فقهائهم.

ابن قاضی شہبہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر طبقات شافعیہ میں کیا اور شافعی فقہا میں آپ کو شمار کیا۔

امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ:

الشيخ الزاهد الكبير، أحد أولياء الله العارفين والسادات المشمرين، أهل الكرامات الباهرات.

(طبقات الشافعیہ جلد ۴، ص: ۴۰)

آپ رحمۃ اللہ علیہ عظیم زاہد اور بلند پایہ اولیاے عارفین اور بڑے درجہ کے سید اور واضح کرامتوں کے حامل ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی کا قول ہے کہ:

هو الغوث الأكبر والقطب الأشهر، أحد أركان الطريق وأئمة العارفين الذين اجتمعت الأمة على إمامتهم واعتقادهم.

آپ رحمۃ اللہ علیہ غوث اکبر، مشہور زمانہ قطب اور ان اصحاب طریقت اور ائمہ عارفین میں سے ایک ہیں جن کی امامت اور عقیدت امت کے نزدیک مسلم ہے۔ (لواقح الانوار، جلد ۱)

آخری بات

میں نے جو کچھ ذکر کیا یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات و مراتب کا ایک ذرہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و فرمودات کا محض ایک گوشہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سلوک و معرفت کا ایک قطرہ ہے؛ ورنہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کے فضائل و مناقب سمجھنے کے لئے اہل تصوف واحسان اور صاحبان طریقت و معرفت کی نظر چاہیے ۔ یہ وہ امام ہیں جن کی، اللہ رب العزت نے تائید فرمائی اور طریقت کو ان کے ذریعہ زندہ کیا۔ اور منارہ حقیقت کو ان کے ذریعہ بلند فرمایا۔

اللہ رب العزت ہم سب کو ان کے طریقہ کار پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

یہ تذکرہ ہے سید احمد کبیر کا ایک موسوی حسینی رفاعی فقیر کا
اغواث و اولیا میں جو بدر منیر تھا غوث الوریٰ کا لاڈلا روشن ضمیر تھا
سلطان عارفین بھی شہرت کا نام ہے جو سلسلہ رفاعی کا بانی امام ہے
سلطان عارفین خدا کے حبیب ہیں اللہ کے نبی سے بہت ہی قریب ہیں

تعارف مصنف

از: غازیِ نیپال حضرت علامہ مولانا **مظہر علی** نظامی علیمی

پرنسپل: دارالعلوم عربیہ اہل سنت نورالعلوم پوکھر بھنڈا ضلع روپندیہی (نیپال)

تجربہ شاہد ہے کہ عام طور پر کسی شخص کو کسی خاص فن سے طبعی مناسبت اور دل چسپی ہوتی ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ انسان مختلف علوم وفنون سے دلچسپی اور لگاو رکھتا ہو، لیکن ابھی میں اپنے جس ممدوح کا تذکرہ کر رہا ہوں، یعنی فاضل جلیل ، امیر القلم ، حضرت علامہ **غیاث الدین احمد عارف مصباحی نظامی**، استاذ مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکما ڈپو لکشمی پور مہراج گنج، اس لحاظ سے بڑی ممتاز اور منفرد شخصیت کے مالک ہیں کہ آپ بیک وقت جید عالم دین ،مایہ ناز مدرس ،خوش بیان مقرراور ایک بہترین شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے ادیب ومصنف بھی ہیں۔ اتنی قلیل عمر میں اتنی خوبیاں کسی ایک انسان میں کم ہی جمع ہوپاتی ہیں۔

یہ آپ پر اللہ پاک جل شانہ اور اس کے حبیب صاحب لولاک ﷺ کا بڑا عظیم فضل ہے کہ آپ نے اس قلیل العمری میں جہاں کئی علمی کام کیے ہیں وہیں آپ کے اندر خدمت خلق کا جذبۂ بیکراں بھی پایا جاتا ہے۔آپ کے اندر خدمت دین متین کا ایک جذبۂ وافر موجود ہے جس کی زندہ مثال جامعہ قمر النسا، نسواں کالج چین پور بھیرہوا کا قیام ہے۔ جو آپ ہی کی تحریک پر ممکن ہوا۔اس کے علاوہ پورے علاقے میں تقریبًا تمام جلسوں، کانفرنسوں کی قیادت ونگرانی بھی بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ آپ فرماتے رہتے ہیں۔

پیدائش اور خاندانی پس منظر

آپ کی پیدائش ہند و نیپال کی سرحد کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں چین پور میں ایک دین دار گھرانے میں ۱۰؍فروری ۱۹۸۰ء کو ہوئی۔ آپ کے والد محترم الحاج محمد امین صاحب قبلہ نہایت دین دار شخص ہیں۔ علما سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ جو اس دنیا سے رحلت فرما چکیں ہیں (اللہ رب العزت ان کی قبر پر رحمت کی برسات فرمائے) بہت ہی نیک، صالحہ اور غریب پرور خاتون تھیں۔

تعلیم و تدریس

آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی پھر آپ کے والد بزرگوار نے اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے ۱۹۹۱ء میں دارالعلوم غوثیہ اہل سنت نورالعلوم محلہ کٹھوتیہ بھیرہوا میں استاذالاساتذہ، شیر نیپال حضرت علامہ الحاج صوفی **محمد صدیق** صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کی آغوش تربیت میں ڈال دیا۔

پھر ۱۹۹۵ء میں حضرت شیر نیپال صاحب قبلہ نے آپ کا داخلہ دارالعلوم عزیزیہ مظہر العلوم نچلول بازار مہراج گنج یوپی میں کرادیا۔ بعدہ آپ نے ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا رُخ کیا اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ عالی سے خوب خوب اکتساب فیض کیا، جہاں آپ کو سن ۲۰۰۰ء میں سند و دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

فراغت کے بعد علامہ موصوف سب سے پہلے دارالعلوم فیض الرسول نوڈ ہوا پوسٹ سکھوانی مہراج گنج میں نہایت ہی انہماک کے ساتھ تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، اس درمیان آپ کا قلم بھی چلتا رہا اور قوم مسلم کے

مسائل اور اس کے حل کے حوالے سے نیز دیگر عناوین پر مختلف مضامین آئے دن اخبارات اور ماہناموں میں شائع ہوتے رہے اور رفتہ رفتہ آپ عروج وارتقا کی منزلیں طے کرتے رہے۔

تقریباً تین سال تک آپ نے ادارہ مذکورہ میں بحسن وخوبی تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیے پھر محسن قوم وملت حضرت علامہ **سید علی نظامی** صاحب قبلہ کی پیش کش کو قبول کرتے ہوئے آپ مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور مہراج گنج تشریف لائے، ۲۰۰۴ء سے تاحال یہیں تدریس کے فرائض کے ساتھ ساتھ تصنیفی، تبلیغی اور تعمیری خدمات بھی کما حقہ انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف وتالیف

یوں تو ماہناموں اور اخبارات میں آپ کے درجنوں مضامین ومقالات، نعتیہ کلام اور نظمیں وغزلیں شائع ہوتی رہی ہیں لیکن ان کے علاوہ آپ نے کچھ مستقل رسالے بھی ترتیب دیے ہیں جن میں کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

۱. **حیات خطیب البراہین** (اردو)
۲. **میلاد النبی ﷺ کی فضیلت** (ہندی)
۳. **نبی کریم ﷺ کا علم غیب، قرآن وحدیث کی روشنی میں** (ہندی)
۴. **گلستان ریاض** (پیر مفتی ابوالنصر محمد ریاض الدین قادری اٹک پنجاب پاکستان کے فارسی اشعار کا ترجمہ وتشریح جو صاحب زادہ پیر واحد حسین رضوی کی فرمائش پر لکھی گئی اور پاکستان ہی سے شائع ہوئی)
۵. **حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحیثیت صوفی** (اردو)

⑥ **ترجمہ کلام نوری:** شیخ المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عربی وفارسی کلام کا ترجمہ، جو ڈاکٹر مشاہد حسین رضوی قبلہ مالے گاؤں کی فرمائش پر معرض وجود میں آیا۔ (غیر مطبوعہ)

⑦ **نغمات عارف:** نعتوں، منقبتوں کا مجموعہ

ایوارڈ

آپ کی تعلیمی وتبلیغی اور تصنیفی خدمات کے اعتراف میں "**امام احمد رضا ایوارڈ**" اور "**کاملی ایوارڈ**" سے بھی نوازا گیا۔ اول الذکر ایوارڈ، دارالعلوم امام احمد رضا بندیشر پور سدھارتھ نگر اور ثانی الذکر ایوارڈ، جامعہ کاملیہ مفتاح العلوم کاھوئی بازار کی جانب سے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

بیعت وارادت

آپ نے ۱۹۹۵ء میں ولی کامل، حضور خطیب البراہین، محدث بستوی، حضرت علامہ الحاج **صوفی محمد نظام الدین** علیہ الرحمہ خانقاہ نظامیہ قادریہ، اگیا شریف، سنت کبیر نگر کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کی۔

خلافت واجازت

آپ کی متانت وسنجیدگی اور خدمات کو دیکھتے ہوئے حوصلہ افزائی کے طور پر مورخہ ۱۶/ مارچ ۲۰۱۷ء کو کھجوریا نیپال کے ایک جلسے میں شہزادۂ خطیب البراہین، حبیب العلما حضرت علامہ الحاج **حبیب الرحمٰن** نظامی قادری دام ظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ نظامیہ قادریہ، اگیا شریف، سنت کبیر نگر نے سلسلۂ عالیہ قادریہ، نظامیہ، برکاتیہ اور مورخہ ۱۰/ نومبر ۲۰۱۶ کو مفکر ملت حضرت علامہ

سید محمد اشرف صاحب قبلہ کچھوچھوی مد ظلہ العالی نے سلسلۂ اشرفیہ کی اجازت وخلافت عطافرمائی۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ محب محترم حضرت علامہ غیاث الدین صاحب قبلہ کی شخصیت عوام وعلما سب کے مابین مقبول ومسلم ہے اور سبھی اُن کا یکساں احترام کرتے ہیں۔

میں صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقہ وطفیل مولانا موصوف کو عمر خضر عطا فرمائے، دارین کی سعادتیں عطا فرمائے اور انھیں مزید خدمت دین متین اور خدمت خلق کرنے کا مخلصانہ جذبۂ بیکراں عطا فرمائے۔ اور قارئین سے بھی التجا ہے کہ محب محترم علامہ موصوف کی درازیِ عمر اور صحت وتندرستی اور خدمت دین میں اضافہ کے لیے دعا فرمائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

مظہر علی نظامی علیمی

خادم التدریس: دارالعلوم عربیہ اہل سنت نورالعلوم پوکھر بھنڈا

ضلع روپندیہی (نیپال)

مورخہ ۳۰ مارچ ۲۰۱۷ء